

# قتدیلِ سلیمان

1

سہ ماہی کتابی سلسلہ

جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء



خانقاہِ معلیٰ

حضرت مولانا محمد علیؒ، مکھڑ شریف (اتک)



خواجہ خواجگان، پیر طریقت رحمۃ اللہ علیہ  
 حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی  
 آستانہ عالیہ شہ شریف، ترگ (میانوالی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرمایہ مجلہ

# قندیل سلیمان

مکتبہ شریف (انک)

شیوالہ پشت حضرت خدیو  
شاہ محمد سلیمان قوسوئی

بنیادگذار

حضرت مولانا محمد علی مکتبہ  
مکتبہ شریف

بنیادگذار

جولائی تا دسمبر ۲۰۱۳ء

تصوف و روحانی قدر کا ترجمان

زیر سرپرستی

مدظلہ العالی

حضرت مولانا فتح الدین چشتی

مدیر اعلیٰ

محمد ساجد نظامی

مدیر منتظم

ڈاکٹر محمد امین الدین

مدیر معاون

محسن علی عباسی

مجلب تحریر و مشاورت

نذر صابری

ڈاکٹر عبد العزیز مساحر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

شاہراہ قادری چشتی، نظامی

ڈاکٹر ارشد محمود ناشار، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

پروفیسر نصر اللہ معینی، منہاج اعظمی چشتی، لاہور

ڈاکٹر طاہر مسعود چشتی، انجیر یونیورسٹی، بمبئی (آزاد کشمیر)



بدیہ سالانہ: تین صد روپے

فی شمارہ: ایک سو روپے

سرپرست: ڈاکٹر حسین ہاشمی • کپڑنگ: محمد بلال • تصاویر: محمد زاہد محمود

یونٹ: ہبلخوڑ: نظامی دارالاشاعت، خانقاہ معلیٰ حضرت مولانا محمد علی مکتبہ، مکتبہ شریف (انک)

Qandeel.e.suleman@gmail.com

Sajidnizami92@yahoo.com

ای میل

0343-5894737

0333-5456555

فون

## فہرست مندرجات

☆ ادارہ محمد ساجد نظامی ۴

### گوشہ عقیدت:

- |   |                             |    |                           |
|---|-----------------------------|----|---------------------------|
| ☆ | حمید باری تعالیٰ            | ۶  | مولانا محمد علی مکہڑی     |
| ☆ | نصیب رسول مقبولؐ            | ۷  | مولانا محمد علی مکہڑی     |
| ☆ | محبوب خواجہ حمیرا           | ۹  | داغ دہلوی                 |
| ☆ | منقبت حضور نظام الدین اولیا | ۱۰ | امیر خسرو ڈاکٹر اسلم فرخی |
| ☆ | منقبت خواجہ زین الدین مکہڑی | ۱۲ | خالد محمود نقشبندی مجددی  |

### چمنستان بصیرت:

- |   |              |    |       |
|---|--------------|----|-------|
| ☆ | درسِ روئی    | ۱۴ | ادارہ |
| ☆ | پیغام اقبالؒ | ۱۵ | ادارہ |

### خیابان مضامین:

- |   |                                 |    |                        |
|---|---------------------------------|----|------------------------|
| ☆ | نذر صابری کی ایک تازہ نعت       | ۱۶ | ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد |
| ☆ | حضرت مولانا محمد علی مکہڑی      | ۲۰ | محمد ساجد نظامی        |
| ☆ | حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامی | ۳۰ | محسن علی عباسی         |
| ☆ | معاشرتی جمالیات                 | ۳۶ | ملک محمد توقیر احمد    |
| ☆ | تصوف                            | ۴۲ | سید شاکر القادری       |

## بستانِ نعت:

☆	نعتِ رسول ﷺ	۵۹	ارشادِ محمود ناسخاد
☆	نعتِ رسول ﷺ	۶۰	شہابِ مسعود
☆	نعتِ رسول ﷺ	۶۱	سیدِ نصرت بخاری
☆	نعتِ رسول ﷺ	۶۲	حسینِ احمد

## حدیقہ شریعت:

☆	نماز: اہمیت و مسائل	۶۳	حضرت خواجہ زین الدینؒ
---	---------------------	----	-----------------------

## نغمہ سحر فانی:

☆	ابد کے طاق پر کھے ہوئے چراغ	۹۲	عبدالعزیز مسافر
---	-----------------------------	----	-----------------

## درمچہ اشتقاد:

☆	سرمای مجلہ فروغِ نعت	۱۱۰	ڈاکٹر ارشد محمود ناسخاد
---	----------------------	-----	-------------------------



مولانا محمد علی مکھڑی خواجگان حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے ہی مکھڑی جیسی دور افتادہ بستی میں ایک علمی و روحانی درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ شمالی ہند، کابل و قندھار اور بخارا و سرقند سے علمی و روحانی تسکین کے لیے تشنگانِ صدق و صفا کشاں کشاں پہنچنے چلے آتے اور اس منہ فیض سے بہرہ مند ہوتے۔ انھیں تشنگان میں مہاراجا شریف سے حضرت خواجہ عابد جی مہاروی، سیال شریف سے حضرت خواجہ محسن الدین سیالوی اور انکہ (خوشاب) سے زین الحق والدین "تشریف لائے اور علمی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق جب مولانا محمد علی مکھڑی کو حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی نے بیعت و خلافت سے نوازا تو، تونسہ مقدسہ میں عرصہ دراز سے مقیم درویشوں نے مل کر حضرت غوثِ زمان کی بارگاہ و عرشِ پناہ میں عرض کی کہ حضور ہم مدت سے جس کی خواہش کو دل میں رکھے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ مولانا محمد علی مکھڑی تھوڑے عرصے میں ہی اس منزل کو حاصل کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ہم اس لطف و عنایت کے زیادہ مستحق ہیں۔ ہم پر کرم نہیں ہوا اور مولانا پر انوار و تجلیات کی بارشیں ہو گئیں۔ تو جواب میں شاہ محمد تونسوی نے فرمایا کہ "مولوی صاحب مکھڑی نے اپنے چراغ کا سب سامان تیار کیا ہوا تھا۔ میں نے صرف فتیلہ کو آگ لگا کر روشن کر دیا ہے"

(بحوالہ: تذکرۃ الولی، مولانا محمد الدین مکھڑی، ص ۳۷)

ہم غلامانِ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی و حضرت مولانا محمد علی مکھڑی "قذلیہ سلیمان" کی ضیاء شیعوں سے اپنے اور احباب کے قلوب و اذان کو منور کرنے کے لیے یہ سلسلہ محبت شروع کر رہے ہیں۔ سرمایہ "قذلیہ سلیمان" کے کتابی سلیسے کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جس میں اہل علم و فکر کی خدمت میں چند جواہر پارے پیش کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔

مگر قبولِ اقتدار ہے عز و شرف

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کے انوار و تجلیات نے کائنات میں جہاں جہاں

اپنی کرفوں کو بھیرا ہے ان کا تذکرہ ”قذفلہ سلیمان“ میں پڑھنے کو میسر ہوگا۔ یہ شمارہ جن احباب اور اساتذہ کی تخلیقات اور مضامین سے حرمین ہے، میں ان کا ممنون ہوں اور آئندہ بھی ان سے تعاون کا سوالی ہوں۔ آخر میں اللہ رب العزت کی بارگاہ بے کس پناہ میں دست پڑعا ہوں کہ وہ اپنے پیارے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اس سلسلہ کو ابد الابد تک قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ نبی الامی۔

مدبر اعلیٰ



کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں  
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں  
علامہ محمد اقبالؒ \_\_\_\_\_

## حمد باری تعالیٰ

حضرت مولانا محمد علی مکتوی

جلوہ گر در دو جہاں غیر خدا نیست کے  
از حریم و صلش مانده جدا نیست کے

ہر چہ در دیدہ تو نشوونما میدارد  
بہر فانی است بخود اہل بقا نیست کے

آدی گو ز غنائن ہر پر ایمان  
مستحسن پہ سر صدق و وفا نیست کے

گر خدا می طلبی صحبت رنماں مکار  
ہم چوں شاں سوئے خدا راہ نما نیست کے

زادہ! طعنہ برنداں ز سر فخر مزن  
کہ چوں ایناں بہر دو عشق و وفا نیست کے

مولوی مجدد کہتہ بارگاہ پرستخان است  
کہ بخو بویچ ہے مجدد سزا نیست کے



## نعت رسول مقبول ﷺ

حضرت مولانا محمد علی مکتوی

اے شدہ از خاک پایت سرمہ حور و پری  
کے توانہ کرد با حسن تو یوسف ہمیری

صد ہزاراں بچوں موی طالب دیدار تو  
رُخ پوش از عاشقاں اے آفتاب خاوری

ہر دلی و ہر نمی از فیض تو شد بہرہ مند  
کس پوشید است چوں تو خلعتِ مخبری

خاکسارانِ تو از شاہانِ عالم برتر اند  
بر ہمہ شیراں سب کوئے تو دارد مہتری

کے تو ان مثل تو مکتبن در حج کائنات  
راکدہ از ملک و ملک و زجن و انس افزوں تری

بادشاہِ جہاں گر شربتِ عشق پشم  
تلخ گردد بر دلِ شاہِ تخت و تاج و سروری

دلبرانِ ایں جہاں از حسنِ رویت قائل اند  
ورنہ کے در دلِ بماند غم و ناز و دلیری

محبوبہ عشقت نہ گردد زعمہ با صد چوں سک  
تا مگر دامن کشاں بر مشیت خاکش بگذری

تر نہ گردد تشنه روئے تو با آب حیات  
از شکر شیریں تری در آب حیاں برتری

گر نہ بودی کے ہڈے افلاک و حیوان و نبات  
وصف تو دیگر چہ گویم بہتر از ہر بہتری

راو خدا غم کرده را بہر خدا فریاد رس  
اے کہ در راو خدا صد بار مختار رہبری

مکن مقور از جمالت دیدہ الہی طلب  
اے کہ بر چرخ فلک راو مقور انوری

مولوی جام مے عشق ترا دارد ہوس  
چہ عجب گر از سگان کوئے خاصش بٹری



## منقبت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

\_\_\_\_\_ دارغ دہلوی

مظہر نور دین معین الدینؒ  
 آفتاب زمیں معین الدینؒ  
 خواجہ خواجه گانہ ہندوستان  
 بے گمان بالیقین معین الدینؒ  
 سرور انبیاء رسول اللہ ﷺ  
 حامی مسلمین معین الدینؒ  
 میں تیرے آستان کا خاک نشین  
 تو میرا دل نشین معین الدینؒ  
 اللہ اللہ ادا کہ تیرے سوا  
 کوئی میرا نہیں معین الدینؒ  
 در فردوس پر ہو آپؐ کا ہاتھ  
 اور یہ آتش معین الدینؒ  
 وہ جہاں ہیں وہیں ہے دل میرا  
 میں جہاں ہوں وہیں معین الدینؒ  
 دارغ حیرا ہی دم بھرے جائے  
 تا دمِ واپس معین الدینؒ

شہنشاہ خواجہ مولفہ مرتبہ سید محمد ولایت حسین رضوی اکبر آبادی، ابوالعلائی اسلم پر لیس، آگرہ ۱۹۱۴ء



منقبت حضور خواجہ نظام الدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ

کلام: حضرت امیر خسرو

ترجمہ: ڈاکٹر اسلم لڑخی

باش تا پردہ بر اعزازِ جہاں از روئے کار

وانچہ اشپ کرده ای فردات گردد آفکار

غوثِ عہد و قطبِ عصر، اعظم نظام الحق کہ ہست

پادشاہی فقر و بر ملکِ ولایت شہریار

آں محمد نام کز رتبہ رسول پاک را

یارِ بنیم خدا کہ در ہر جا خدائیش ہاد یار

ہم صفا با آدم و با پورِ مریم ہم لیس

ہم قدم با خضر و با موسیٰ عمراں دست یار

مقتدائے مقتدایانِ طریقت خواجہ ای

کز ازل مسعودِ مکت و تا ابد شد بختیار

بر ذہانت چوں خطاب بندہ ترک اللہ رفت

دست ترک اللہ بگیر و ہم بہ اللہ سپار

چوں من مسکین ترا دارم ہمین بس بود

نہست حاجت خواہش آرزویش آرزو کار



۱۔ ذرا انتظار کر کر دُنیا حیرے محل کے پیرے سے پردہ اٹھا دے اور جو مجھ کو نے آج رات کیا ہے وہ آنے والے لکل میں ظاہر ہو جائے۔

۲۔ اپنے عہد کے غوث، زمانے کے قطب، عظیم مرجے کے حامل نظام الحق، سلطنتِ فقر کے بادشاہ، ملکِ ولایت کے شہریار۔

۳۔ آپ کا نام محمد (ابن احمد) ہے، اس نام کی برکت سے آپ رسولِ پاک ﷺ کے پانچویں یا بارشمار ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ہر جگہ آپ کا یار و مددگار ہو۔

۴۔ آپ پاکیزگی میں حضرت آدمؑ کی نظیر اور بہنِ مریمؑ کے ہم نفس ہیں۔  
خضر کے ساتھ چلنے والے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کرنے والے ہیں۔

۵۔ طریقت کے رہنماؤں کی سرداری کرنے والے سردار۔ روزِ ازل سے مسعود اور تابعدارِ مختیار قرار دیئے گئے ہیں۔

۶۔ چون کہ آپ نے زبانِ مبارک سے اس غلام کو ترک اللہ کا خطاب عطا فرمایا، اس لیے دُحیر فرمائیے اور ترک اللہ کو اللہ تک پہنچا دیجیے۔

۷۔ مجھ مسکین کو آپ حاصل ہو گئے، میرے لیے یہی کافی ہے۔ اب مجھے بچنے والے کی بخشش کی آرزو نہیں ہے۔



## منقبت

حضرت خواجہ زین الدینؒ چشتی نظامی ترک شریف (میلوالی)

خالد محمود نقشبندی مجددی

زین الدینؒ ولی قہار الہی دیں  
تو ہے ذریعہ ولایت کا ذرا نہیں

لا الہ کی گیسر تیری نظر  
معدہ ہر خیاء تیری لوح جبین

وہ سلیمانؑ کی آنکھوں کا تارا ہے تو  
آئینہ - دارِ حسنِ نظام الدینؒ

تیرا حسنِ تصور ہے مشکلِ سوا  
ہر توجہ ہے تیری کرمِ آفریں

عشق کا دین و ایمان ہے تیری نظر  
تیرے دامن کا سایہ ہے حلیہِ بزمیں

تیرے در سے ملی نہایتِ مصطفیٰ ﷺ  
تیری نسبت ہے سب عظمتوں کی امیں

تیری نسبت نے روشن کیا ہے مجھے  
تو آجلا ہے میرا میں کچھ بھی نہیں

بازنیوں نے بھی ناز اٹھائے میرے  
درد تیرا ہوا جب سے دل میں لگیں

جس نے دیکھا تجھے دیکھتا ہی رہا  
تو نے پائے ہیں انداز کتنے حسین

یہ بھی تیرا کرم ہے یہ تیری عطا  
ڈگکا نہیں ہے جو میرا یقیں

میرے ماتھے کا بھومر ہے نسبت تیری  
عشق تیرا ہے خاتم دل کا تلس

منج فیض ہے آستانہ حیرا  
آسمان ہے ترے آسمان کی زمیں

سوئے خالد بھی ہو راک نگاہ کرم  
آسمانِ ولایت کے غاہ مہیں



دوسری روئی

دی شیخ ہا چراغ ہی گشت گرد شہر  
کز دیو و دد ملولم و انعام آرزوست  
زین ہرمان سست عناصر دلم گرفت  
شیر خدا و رحیم و ستافم آرزوست  
گفتم کہ یافت می نشود بجزہ ایم ما  
گفت آنکہ یافت می نشود آئم آرزوست

(مشہوری مولانا رام)

ترجمہ:

- ۱۔ کل ایک بزرگ دیا ہاتھ میں لیے شہر میں گھوم رہے تھے اور کہتے تھے میں پھاڑنے والے جانوروں اور وحشیوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ مجھے ایک انسان (کامل) دیکھنے کی خواہش ہے۔
- ۲۔ میں ان سے اور کامل ساتھیوں سے دل گیر ہو چکا ہوں۔ مجھے ایسے شیر صفت انسانوں کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ کے شیر ہوں۔ اور رستم (ایرانی پہلوان) کی ہی طرح کی طاقت رکھتے ہوں (یعنی میں روحانی اور بدنی قوت رکھنے والے لوگوں کی خواہش رکھتا ہوں)۔
- ۳۔ میں نے جواب میں کہا ہم نے بہت زیادہ تلاش کی۔ ہمیں ایسے لوگ نہیں ملتے۔ اُس نے کہا جو نہیں ملتے مجھے ان ہی کی تلاش ہے۔





## پیغام اقبالؔ

راہِ شب چوں مہرِ عالم تاب زد  
گریہٴ من بر زرخِ گلِ آب زد

انگِ من از چشمِ زرخِ خواب سُخت  
سبزہ از ہنگامہٴ ام بیدار رُست

ذرهٴ ام مہرِ منیرِ آہِ من است  
صد سحر اندر گریبانِ من است

(اسرارِ خودی)

ترجمہ:

۱۔ جب دنیا میں نور پھیلنے والے سورج نے رات کا اندھیرا ختم کر دیا تو پھول  
کے چہرے پر میرے آنسوؤں نے پانی چھڑکا۔

۲۔ میرے رونے اور گریہ زاری نے زرخِ گل کے پھولوں کی آنکھوں سے نیند  
کے اثرات دور کر دیے۔ میرے شور و غل سے سبزہ بیدار ہوا اور زمین سے باہر نکل آیا۔

۳۔ اگرچہ میں ایک ذرہ ہوں لیکن آفتاب کی ساری روشنی میرے ایک لمبے  
کے برابر ہے۔ کیونکہ میرے گریبان میں کئی محسوس بھی ہوئی ہیں۔ یعنی ہر روز نئی صبح  
کی صلاحیت رکھتا ہوں۔



## نذر صابری کی ایک تازہ نعت: کمالِ فکر و فن کا شہکار

تعارف: ڈاکٹر ارشد محمود تاشاؤ

نذر صابری مجددِ رواں کی ایک ہمد رنگ اور متنوع جہاتِ شخصیت ہیں۔ تحقیق، تدوین، نسخہ کشی، عظیم سازی اور شاعری کے میدانوں میں انھوں نے عمر عزیز کے ستر سال صرف کر کے ان شعبوں کی رفعت اور ثروت میں اضافہ کیا ہے۔ جalandھر اُن کا مولد و منشا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے ۱۹۴۸ء میں گورنمنٹ کالج کیمبل پور (حال انک) میں بہ طور کتاب دار اُن کا تقرر ہوا۔ پھر یہ شہر ان کے قدموں سے یوں لپکا کہ ہمیشہ کے لیے اُن کا مستقر بن گیا۔ انک میں انھوں نے محفلِ شعر و ادب اور مجلسِ نوادراتِ ملیہ کی داغ بیل ڈالی۔ ان عظیموں نے بلاشبہ اپنے پچاس سالہ سفر میں انک کے علمی و ادبی افق کو ضیاء دار کیا اور یہاں کے اعلیٰ قلم کی عمدہ مخلوط پر تربیت کا فریضہ انجام دیا۔

میدانِ شعر میں نعت کی صنف صابری صاحب کی توجہ کا مرکز و اڈل ہے۔ اگرچہ انھوں نے دیگر اصناف میں بھی کلام کہا ہے مگر نعت ان کی محبوب و مرغوب صنف ہے۔ انھوں نے نعت کی تخلیق کے ساتھ ساتھ محفلِ شعر و ادب، انک کے ذریعے فروغِ نعت کا جو کارنامہ انجام دیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ محفل کے زیرِ اہتمام نعت کے حوالے سے منعقدہ نعتیہ مجالس، طرہی نعتیہ مشاعرے، مذاکرے، تنقیدی اجلاسوں اور کتابوں کی اشاعت نے یہاں کے لکھنے والوں کو کاروانِ نعت کے حدیٰ خوانوں میں شامل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پچھلے تیس چالیس برسوں میں نعت کی صنف کو بھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا ہے۔ نعت شاعری کی اہم اصناف میں شمار کی جانے لگی ہے۔ اگرچہ پورے عالم میں اردو نعت لکھی جا رہی ہے مگر پاکستان میں لکھی جانے والی نعت مقدار اور معیار ہر دو اعتبار سے لائقِ تحسین ہے۔ شعرا نے نعت کے موضوعات، اسالیب، ہیئت اور لفظیات میں رنگ رنگ کے تجربے کر کے اس صنف کو نئے امکانات کی بشارت

دی ہے۔ بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ بعد یہ نعت نے قافلہ سالاروں میں نذر صابری کا نام بھی  
 مثال ہے۔ ان کا نعتیہ مجموعہ ”واماندگی شوق“ نعتیہ ادب میں اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔

نذر صابری کی زیر نظر تازہ نعت عشق و مودت کا بہترین اظہار یہ اور نگر و فن کا عمدہ نمونہ  
 ہے۔ موضوعات کی رنگارنگی، اسلوب کی تازہ کاری، تعلیقات کے چٹاؤ، بحر کی کرسکاری اور غلجی  
 منہ صر کے مجراؤں استعمال نے اسے شکار بنا دیا ہے۔ اس نعت کے لیے ”منم“ کی ردیف استعمال  
 کی گئی ہے۔ میری معلومات کے مطابق اردو نعت کی تاریخ میں یہ ردیف پہلی بار استعمال ہوئی  
 ہے۔ اس نوع کی ردیفوں کو کامیابی سے بھاننا بچ بچ نکوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ نذر  
 صابری نے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ”منم“ کے معنویاتی دائرے کو وسعت بخشی ہے۔ نعت  
 کے لیے قافیہ بھی مشکل اختیار کیا گیا ہے۔ ”منم“ ردیف کے ساتھ ”خدا“ کے قافیہ کو نعتیہ موضوع  
 کی پیش کش کے لیے استعمال میں لانا کس قدر کشن اور دشوار ہے، اہل فکر سے پوچھنا نہیں؛ لیکن  
 نذر صابری صاحب نے نہایت آسانی کے ساتھ تاثر سے بھرپور اور معنویت سے لبریز شعر کہے  
 ہیں۔ نذر صابری ایک سچے عاشق رسول اور صوفی باصفائیں۔ سیرت رسولؐ کے ہر رنگ واقعات  
 اور صفات رسولؐ کی ہر رنگ تجلیات نے ان کی فکر کو گیرائی اور گہرائی کی سرشاری عطا کی ہے جو  
 اس نعت کے اشعار میں جا بجا اظہار کرتی ہے۔ نعت بحر جز مشن مطوی خمیون (مقطعین معطلین  
 مقطعین معطلین) میں لکھی گئی ہے۔ اس بحر کا حسن یہ ہے کہ ہر مصرع دو ہمار حصوں میں منقسم ہو  
 جاتا ہے اور دونوں ٹکڑوں کے درمیان ایک مختصر وقفہ یا سرام پیدا ہوتا ہے جو غنیمت اور موسیقیت  
 میں اضافہ کرتا ہے۔ قرۃ العین طاہرہ، قالب اور اقبال نے اس بحر میں لافانی غزلیں کہیں ہیں۔  
 نذر صابری نے اس بحر کو نعت کے لیے انتخاب کر کے لغز آشنانی کا ثبوت دیا ہے۔ بعض مصرعے  
 اولی کے دونوں ٹکڑوں میں قافیہ کے التزام نے موسیقیت کی اس تاثیر کو مزید بڑھا دیا ہے۔ الفاظ  
 کی بندش اور مصرعوں کا درست مثال ہے، کہیں بھی کوئی لفظ بے مقام و کمال نہیں دیتا۔ اشعار حشو  
 زد یا بے پاک اور تنقید سے دور ہیں۔ نعت میں مختلف تکنیکی عناصر کو فکر کی عمدہ پیش کش کے لیے

استعمال میں لایا گیا ہے مگر کہیں بھی تصنع اور تکلف کا گم نہیں گزرتا۔ یہ عینکی حنا صر فکر کے ساتھ  
 یوں کھل مل گئے ہیں کہ انہیں الگ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ تراکیب کی سحر کاری اور تسلیحات کی عادت  
 اس پر مستزاد ہے۔ نذر صابری صاحب کی یہ نعت و نور عقیدت و ارادت کے باوجود حرم و احتیاط اور  
 ضبط و توازن کی ایک عمدہ مثال ہے۔ یہ تحفہ لائق ہے، جو عاشقانِ رسولؐ اور وابستگانِ نعت کی  
 خدمت میں پیش کیا جاتا ہے:

## نعت

بت کدۂ صفات میں ، تجھ خدا نما صنم  
 جھک گئے سارے ترے ، کمر کے سب خدا صنم

سجدہ کو مضطرب جیوں ، ٹوٹنے کہا : ”میں نہیں“  
 رُک گیا قافلہ وہیں ، ضبط کی انتہا صنم

اے بہت اہلی لقب ، اُمی و اُفح العرب  
 دانش و حکمت و ادب ، سارے ترے گدا صنم

رجبِ کائنات ٹو ، خواجہ شش جہات ٹو  
 میری نگاہ کا وطن ، تیری ہر اک ادا صنم

عالمِ ہست و بود میں ، غیب میں اور شہود میں  
 مگر ہو خدا حدود میں ، کہہ دوں تجھے خدا صنم

سدرہ و ذریع و دوکماں ، تیرے عروج کے نشان  
وہم و خیال سے پرے ، عقل سے ماورا صنم

منزل حق و درگزر ، مہبط بخشش و عطا  
تیری نگاہ و لطف سے ، میری خطا ، خطا صنم



## اقوال

### خواجہ نظام الدین محبوب الحقؒ

۱۔ حق تعالیٰ پر اعتماد رکھنا چاہیے اور کسی اور کی طرف نظر (امید) نہیں لگانی  
چاہیے۔

۲۔ جو بھی دنیا کی لگاوٹ سے دور رہے گا، معزز ہوگا اور اگر کوئی دنیا کی لگاوٹ  
کے باوجود بھی معزز ہو تو اس کی عزت عارضی ہوگی۔

۳۔ اگر تم تنکے کی طرح ہوا کے ہر جھٹکے سے لرز و گے تو پہاڑ ہو کر بھی تنکے کے  
بھی مول نہ رہو گے۔

۴۔ جو جھیلتا ہے وہ مارتا ہے اور جو برداشت کرنے والا ہوتا ہے وہ مار ڈالنے  
والا ہوتا ہے۔

۵۔ بُرا چاہنا بُرا کہنے سے بھی بُرا ہے۔

(عوائد القواد ملفوظات حضرت نظام الدین محبوب الحقؒ)

## حضرت مولانا محمد علی مکھڑیؒ۔۔۔۔۔ احوال و آثار

محمد ساجد نظامی

ابتدائی حالات: حضرت مولانا محمد علی مکھڑی ۱۱۶۴ھ بمطابق ۱۷۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مولانا محمد شفیع تھا۔ صاحب تذکرۃ المحبوب نے آپ کا نسب نامہ یوں رقم فرمایا ہے:

مولانا محمد علی ابن محمد شفیع ابن محمد داؤد جلال آبادی

آپ کی پیدائش مشرقی پنجاب کے معروف شہر بنالہ (ضلع امرتسر) میں ہوئی۔ نامور صوفی بزرگ حضرت شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔

تعلیم و اساتذہ: مولانا کے والدین کا انتقال ان کی صغیر سنی میں ہی ہو گیا تھا۔ آپ کی پرورش آپ کے برادر اکبر مولانا عبدالرسول کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بھی انہی سے حاصل کی۔ لیکن کتابت میں میاں جنوۃ اللہ ٹالوی آپ کے استاد ہیں۔ بعد ازاں طلب علم کی غرض سے بہ اجازت برادر اکبر اپنے وطن کو خیر باد کہا اور مختلف اساتذہ سے کسب فیض کرتے مکھڑی وارد ہوئے۔

آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالرسولؒ اور میاں جنوۃ اللہ ٹالویؒ کے علاوہ مولوی اسد اللہ بہاؤ لدیوٹیؒ [جو قبلہ عالم حضرت نور محمد ہارویؒ کے ہم عصر تھے۔] میاں مصطفیٰ جی پٹاوردیؒ [مدفون لاہوری دروازہ پٹوار] میاں مرتضیٰ احموان قادریؒ [جسٹ لوی] [جسٹ لوی] اور مولانا فہم الدین مکھڑیؒ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ آخر الذکر کے ہاں تشریف لائے تو پھر یہیں کے ہو رہے۔

حضرت مولانا محمد علی مکھڑیؒ کو ان کے درس میں وہ سب اکٹھے کیا، جس کی تلاش میں وہ گھر سے نکلے تھے۔ مولانا اپنے استاد کی وفات تک ان کے حلقہ درس میں شامل رہے۔ ابتدا آپ نے اپنے استاد سے ”بہر زاہد“ پڑھنا شروع کی۔ مولانا کو ایسا استاد کامل ملا کہ اگر دل میں بھی کوئی سوال یا الجھن پیدا ہوتی تو لباسِ اظہار میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ہی استاد محترم اس کا جواب عطا کر دیتے اور الجھن رفع ہو جاتی۔

عقیدت استاد: آپ ایک عمر سے تک مولانا فہم الدین مکھڑیؒ سے کسب فیض کرتے رہے۔ جب

استاد مکرم اپنی زندگی کے آخری ایام میں کسی مقام پر تشریف لے گئے [انہوں نے تہہ کروں اور روایتوں میں اس مقام کا ذکر نہیں ملتا] اور وہیں ان کا انتقال ہوا تو مولانا نے اپنے استاد مکرم کی جھینرو تہ فین کے بعد اپنا سامان باعدھا اور مکہ شریف سے کسی اور منزل کے لیے پایہ رکاب ہوئے، لیکن مشیخہ ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اہل مکہ کے اسرار پر مولانا محکم الدین مکہ ڈی کے چشمہ طم کو جاری رکھنے کے لیے آپ کو وہیں قیام کرنا پڑا۔ مولانا محمد علی مکہ ڈی نے اپنے استاد کے حلقہ درس کو اس خوبی سے چلایا کہ دور و نزدیک میں آپ کے حجرہ طمی کا چرچہ ہونے لگا اور قرب و جوار ہی کے نہیں بلکہ سرحد و بخارا اور کابل و قندھار کے تشنگان طم اس چشمہ فیض سے اپنی پیاس بجھانے کے لیے جوق در جوق مکہ شریف میں جمع ہونے لگے۔ آپ کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے تاہم وہ شاگرد جنہوں نے اپنے استاد گرامی کے نام کو چارواک عالم میں پھیلایا ان میں مولانا شمس الدین سیالوی، خلیفہ محمد عابدی، میاں زمین الدین مکہ ڈی اور حافظ مولانا رحمت اللہ بنالوی [مولانا کے بھائی عبدالرسول کے پوتے] کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

سفر باطنی: ظاہری علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد مولانا محمد علی مکہ ڈی نے اپنے باطنی سفر کا آغاز کیا۔ مرشد کامل کی تلاش و جستجو ان کی ذوق و شوق کی اگلی منزل تھی۔ ایک رات آپ نے اسی ہی طلب کو لیے ہوئے استخارہ فرمایا۔ خواب میں اس ہادی اکمل کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ جس کے ڈرہ انور کی ایک جھلک پر دو جہاں تو کیا سارے جہاں قربان ہو جائیں۔ رسول کائنات ﷺ نے انہیں مسلسل تین راتوں میں اپنے دیدار کی دولت سے نوازا۔ پہلی اور دوسری زیارت میں آپ ﷺ نے صرف ہاتھ سے ملک (لماں) کی طرف اشارہ فرمایا۔ تیسری رات جب پھر یہی سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی تو آپ نے والی دو جہاں کی بارگاہ و بے کس پناہ میں عرض کی کہ یا رسول اللہ میں کچھ سمجھ نہیں سکا۔ جب آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ زبان گہر فشاں سے لفظ (لماں) بھی ارشاد فرمایا۔ سرور کائنات ﷺ کی طرف سے اجازت و حکم ملنے پر آپ نے سفر کے لیے کمر بستہ ہانڈھی۔

اس سفر میں اپنے ساتھی کے طور پر آپ نے اپنے شاگرد رشید مولوی شمس الدین سیالوی کا انتخاب کیا۔ مولانا شمس الدین اور کشتی بان دریائے سندھ کے راستے ملک "لماں" کی طرف چل پڑے۔ منزل متعین نہ تھی لیکن طلبہ و مرشد کی کشش آپ کو کشتیاں کشتاں لیے جاتی تھیں۔ جب آپ موضع لانگہ (دریائے سندھ کے کنارے آباد ایک گاؤں) پہنچے تو انتقال سے آٹھ ماہ ہو گیا۔ یہ جگہ تونسہ مقدسہ سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے۔ اس لیے مولانا محمد علی مکھڑی نے مولانا شمس الدین سیالوی کو حکم دیا کہ اس بہتی سے آٹھ فرسنگ لاؤ۔ جب مولوی شمس الدین سیالوی بہتی لانگہ میں داخل ہوئے تو چند لوگوں کو دیکھ کر ایک جواکھ حلقہ بنائے کسی مرد و کامل کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ چونکہ آپ مقصد سفر سے آگاہ تھے اس لیے ان لوگوں سے اس مرد حق کے آگاہ کے متعلق معلومات حاصل کر کے اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا بیان کیا۔ اب یہ دونوں اس مرد حق آگاہ کے آستانے کی طرف روانہ ہوئے۔ تونسہ مقدسہ کی مبارک بہتی میں داخل ہو کر مولانا مکھڑی جب آستانے پر پٹھان پر حاضر ہوئے تو قلب و نگاہ کی دنیٰ مستعیر ہو گئی۔ یہاں انہیں وہ گوہر مراد ہاتھ لگا جس کی حلاص و جتو میں انھوں نے سفر کی صعوبتیں جمیل خیس۔ مولانا محمد علی مکھڑی حضرت پیر پٹھان شاہ محمد سلیمان تونسوی کے حکم پر چھ ماہ وہیں قیام پذیر رہے۔ چھ ماہ کے قیام تونسہ مقدسہ کے بعد مرشد نے آپ کو بیعت و خلافت کی دولت گراں بہا سے نوازا اور واپس مکھڑی میں جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مولانا اپنے مرشد گرامی قدر کے حکم کے مطابق واپس مکھڑی تشریف لائے اور ایک عالم کو اپنے پورے علم سے منور فرمایا۔

داعی علی شیع: مولانا محمد علی مکھڑی کو اپنے پیر و مرشد کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی۔ ہر سال باقاعدگی سے اپنے مرشد کے آستانے پر حاضری دیتے اور وہاں چالیس دن قیام کرتے تھے۔ آپ مہار شریف صرف ایک مرتبہ تشریف لے گئے مگر تونسہ مقدسہ کی حاضری کبھی نہ چھوٹی۔ ایک بار کسی نے پیر پٹھان کی مجلس میں مولانا محمد علی مکھڑی کے بارے میں کہا "مولوی صاحب یوزمے ہو گئے ہیں مگر ہر سال تونسہ مقدسہ حاضری دیتے ہیں۔" حضور پیر پٹھان نے



فرمایا کہ ”وہی بوزھا ہو گیا ہے لیکن اس کا عشق جوان ہے جو اس کو ہر سال یہاں تک لے آتا ہے۔“ مولانا محمد دین مکھڑی (م ۱۹۷۵ء) نے ”تذکرہ الہوی“ میں اپنے والد گرامی مولانا غلام علی الدین مکھڑی (م ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء) کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

”ایک قدر ایامِ رواجی تو نہ مقدسہ میں حضرت مولانا کو بیماری کی وجہ سے بہت تکلیف اور کردی تھی۔ چند فلان نے عرض کی کہ حضرت یہ سفری الحال ملوثی فرمادیں، حضرت کو سببِ از یادہ تکلیف نہ ہو جائے اور جان کی حفاظت فرض ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس راستے میں جان دینی فرض ہے۔“

وصال: آپ تمام محروم و قدرتیں سے وابستہ رہے۔ اگرچہ آخری عمر میں ضعف اور ناتوانی بڑھ گئی تھی پھر بھی آپ کے معمولات میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ البتہ اسباق میں قدرے کمی کر دی تھی۔ علم اور روحانیت کا یہ آفتاب نوے سال تک مطلعِ عالم پر روشن رہا اور بالآخر ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ/۱۸۳۷ء بروز جمعرات بہ وقت صبح صادق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ طلوعِ آفتاب کے بعد آپ کو مقامِ وصال سے باہر بارہ درمی میں لایا گیا اور بارہ درمی کے برآمدے کے متصل حجرے میں آپ کو غسل دیا گیا۔ آپ کے مرید و خلیفہ مولانا قاضی بہاء الدین قریشی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

خلفہ: مولانا محمد علی مکھڑی نے علم و عرفان کی جو قدیل روشن کی اس کی لو کو بیڑہانے میں آپ کے خلفائے کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ آپ کے خلفاء کی کوششوں سے علم و عرفان کا یہ سلسلہ اب بھی اسی طرح جگمگا رہا ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہے تاہم آپ کے نمایاں خلفاء کا ذیل میں اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ حافظ عابد علی مہاروتی: آپ حضرت مولانا محمد علی مکھڑی کے پہلے خلیفہ اور سہادہ نصیب ہیں۔ مولانا کے وصال کے بعد نو سال سہادگی پر متمکن رہے اور اپنے عہدِ مرشد کے مشن کو آگے بڑھایا۔ آپ کا وصال ۱۳۶۲ھ کو نو نہ مقدسہ میں ہوا اور خواجہ گل محمد نورسوی کے قدموں میں آسودہ خاک ہیں۔

۲۔ مولانا زین الدین مکھڑی: آپ کا مولد و منشا انگل [وادری سون یکسرا] ہے۔ آپ حضرت پیر پٹن کے حکم سے مسجد ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپ کا وصال ۱۳۹۵ھ میں ہوا۔ آپ کا حرار مکہ شریف میں مولانا محمد علی مکھڑی کے حرار سے متصل بہ جانب شرق واقع ہے۔

۳۔ خلیفہ قاضی بہاء الدین قریشی: آپ کو مولانا کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کے حرید حالات پردہ اخفا میں ہیں۔

۴۔ حافظ خیر اللہ پراچہ: آپ کا تعلق مکہ شریف کے معروف خاندان پراچہ کی ذیلی شاخ پانی خیل سے ہے۔ آپ کا وصال مکہ شریف میں ہوا۔ آپ کی آخری آرام گاہ مولانا کے حرار کے قریب جانب شرق واقع ہے۔

۵۔ حافظ رمضان: آپ نور بصارت سے محروم تھے تاہم آپ کو بصیرت کا بہرہ وافر عطا ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کے حالات حیات محفوظ رکھے۔

۶۔ مولوی کعب ظہیر: آپ کا تعلق اغلاں پنڈی گھیب سے ہے۔ آپ کا حرار مبارک تونسہ مقدسہ میں ہے۔

۷۔ مولانا میاں محمد: آپ مکہ شریف کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام علی محمد تھا۔ آپ کی قوم دھوبی ہے۔ حرار شریف بجلی شاہ جی نزد کوٹ گدہ شریف ضلع پکوال میں واقع ہے۔

۸۔ میاں ابراہیم احمد ننگریالوٹی: آپ کا تعلق ننگریال تحصیل پنڈی گھیب کے ایک بچہ سے ہے۔ آپ کا حرار مبارک ننگریال میں مرجع خلافت ہے۔

۹۔ حضرت حافظ مولوی رحمت اللہ بٹالوی: آپ قاری محمد حیات بٹالوی کے بیٹے اور مولانا محمد علی مکھڑی کے برادر اکبر مولانا عبدالرسول کے پوتے تھے۔ آپ ۱۳۴۰ھ میں مکہ تشریف لائے اور ۲۲ سال مولانا مکھڑی کے حلقہ درس میں شامل رہے۔ تکمیلی درس کے بعد بیعت و خلافت سے مشرف ہو کر بنالہ چلے گئے۔ تاریخ وفات و مدفن کا کوئی علم نہیں۔

۱۰۔ حضرت مولانا میاں محمد احسن: ایک دھوک، فتح جنگ، آپ نے علم ظاہری و باطنی حضرت

مولانا محمد علی مکھڑی سے حاصل کیا۔ آپ کا حرار مبارک یسکی ڈھوک تحصیل فتح جگ میں مرجع خلاق ہے۔ یسکی ڈھوک کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہاں پر حضرت مولانا شمس الدین سیالوٹی اور آپ کے مرید و خلیفہ حضرت سید مہر علی شاہ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ یسکی ڈھوک کی درس گاہ اور کتب خانہ تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک ۲۳، ۲۴، ۲۵ محرم الحرام کو نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ حضرت مولانا شمس الدین اخلاصی رحمہ اللہ، تحصیل پنڈی گھیب، انگ ۶ نے ۱۳۲۵ھ میں اپنی مشہور و معروف گفتنی ”مثنوی جنگ نامہ منسوب بہ قاسم نامہ“ میں یسکی ڈھوک میں حضرت میاں محمد احسن کے خالو ادے اور قرب و جوار کے لوگوں کے درمیان تازخ کو پڑے شرح و وسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

شاعری: مولانا محمد علی مکھڑی صرف عالم و صوفی ہی نہ تھے بلکہ فارسی اور پنجابی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ ”مولوی“ تخلص کرتے تھے۔ السوس کے آپ کا کھل فارسی اور پنجابی کلام دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ تاہم دستیاب کلام سے بھی آپ کے شاعرانہ مقام و مرجع کی تعین مشکل نہیں۔ آپ کا زیادہ تر کلام آپ کے ملفوظات کے مجموعے ”تذکرۃ الحبیب“ میں مولوی عبدالنقی [ساکن بھوئی گاؤں تحصیل حسن ابدال] نے شامل کیا۔ ملفوظات کا یہ مجموعہ خود زیور مطاعت سے آستانہ ہوسکا البتہ حضرت مولانا محمد دین مکھڑی نے اس کا ترجمہ ”تذکرۃ الولی“ کے نام سے شائع کیا اور اس میں ذاتی حوالے سے کئی اضافے بھی فرمائے۔ بالخصوص پنجابی سی حرفی کے کئی بند اس ترجمے کی وساطت سے محفوظ ہوئے۔ ”تذکرۃ الولی“ کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۶ء میں ”مہر تاباں“ کے نام سے شائع ہوا۔ مولانا محمد علی مکھڑی کی ایک پنجابی سی حرفی ”سی حرفی مولوی صاحب مکھڑی والا“ کے نام سے حاجی چراغ الدین مران الدین تاجران کتب لاہور سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

مولانا مکھڑی کا فارسی کلام اگرچہ صرف نوافر لہیت کی صورت میں دستیاب ہوا ہے تاہم اہل علم و عرفان نے ان کے اشعار کی بے حد تعریف کی ہے۔ آپ کے کلام کے حوالے سے مولانا محمد الدین مکھڑی نے ”تذکرۃ الولی“ میں مولانا نجم الدین کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے:

”مولوی نجم الدین صاحب مناقب الکبیرین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ماہِ شوال ۱۷۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء میں جس دن حضرت مولانا [محمد علی مکہڑی] کے وصال کی خبر حضور پریشان شاہ محمد سلیمان تولسوی کی خدمت میں تو نہ شریف پہنچی حضرت صاحب صبر کی نماز کے بعد اپنی دیرینہ سہر میں تشریف فرما ہے تھے اور کاج الخروف بھی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا مولوی صاحب معروف اللہ تھا پھر حضرت صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب نے اپنی غزل میں یہ شعر اچھا کہا تھا:

صديق حسن يوسف را نگا داند اخلاص  
زینکا ماہر س الزوے کے صد شرح دیجاں دارو“ ع

ایک مریدِ کامل اور صاحبِ عرفان نے اپنے مریدِ و خفیہ کا ذکر جس محبت و غلو سے کیا وہ اہلِ ذوق کے لیے محبت کے نئے دروا کرتا ہے۔ معروف محقق اور فارسی کے جید استاد ڈاکٹر ظہور الدین احمد نے اپنی معروف کتاب ”پاکستان میں فارسی ادب“ میں مولانا محمد علی مکہڑی کے فارسی کلام کے حوالے سے لکھا ہے:

”محمد علی“ محقق رسول ﷺ اور عشقِ خدا میں سرشار ہیں؛ جلوہ محبب کے لیے بے قراری نظر آتے ہیں۔ اختیار سے کٹ کر اسی کو چاہتے ہیں؛ ظاہری اور عارفی کی انہیں پرواہ نہیں۔ جنت و طوبی کا تذکرہ بھی انہیں پسند نہیں۔ راوِ عشق میں کامیابی کے لیے ہاتھ کی طرح زغائن پا کھاز اور بیخِ مغال کی محبت ضرور جانتے ہیں۔ امن کا خیال ہے کے راوِ عشق میں عقل کو تو جواب مل جاتا ہے۔ دین کو خیر آباد کہتا بڑی مجال مروی ہے۔

مولوی در عشق دادی دین و دانی را بباد  
آفریں صد آفریں بر صوف مردانِ سن  
ایک صوفی ہی یہ بات کہہ سکتا ہے ورنہ جو عقل کی بات نہ مانے دیوانہ کہلائے اور  
دین ترک کرے وہ کافر کہلائے۔“ ع

مولانا محمد علی سکھڑی کا دستیاب قاری کلام اگرچہ مقدار میں کم ہے لیکن معیار میں لا  
جواب ہے۔ آپ کے کلام میں استعارات و تشبیہات کا بر محل استعمال کلام میں صوت و آہنگ کے  
نئے زاویوں کو اجلا بخشتا ہے۔ وار و استو قلمی کے بیان میں مولانا کو کمال حاصل ہے۔ حمد و نعت کے  
طاوہ غزل میں بھی اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ معروف شاعر و محقق جناب نذر صابری مولانا کے  
لاری کلام پر یوں گویا ہیں۔

”ایمانت قاری کا کل سرمایہ جو حاصل ہے لو محضات پر مشتمل ہے۔ دو حمد یہ ہو  
نعتیہ اور پانچ غزلیہ ہیں۔ کل اشعار کی تعداد پچاسی۔ دس حمد کے، چھ میں نعت  
کے اور اکادون غزل کے ہیں۔ حمد کو دیکھا تو یوں لگا کہ دس شعر کہہ کر قلم رکھ دیا  
ہے نعت کے چھ میں شعر کہہ رہے ہیں کہ کچھ اور بھی کہتے“۔

مولانا کی قاری شاعری فکر و خیال کی ندرت اور الفاظ کی بہت کاری کا بہترین مرقع ہے۔  
نعت کے اشعار میں محبت رسول ﷺ کو جس سادگی اور عقیدت سے پیش کیا ہے وہ آپ علی کا  
حصہ ہے۔ نعت کے درج ذیل اشعار اس کی دلیل ہیں۔

اے ہادیاء راہِ خدا ، یا مصطفیٰ ، یا مصطفیٰ  
اے قدوۃ اہل صفا ، یا مصطفیٰ ، یا مصطفیٰ  
در مسجد و کتب توئی ، در مشرق و مغرب توئی  
مطلوب ہر طالب توئی ، یا مصطفیٰ ، یا مصطفیٰ  
کمن مولوی را محترم ، تا از سگان تو شوم  
در عشق و شوق جاں دہم ، یا مصطفیٰ ، یا مصطفیٰ

مولانا محمد علی سکھڑی کا قاری کلام جہاں اہل فن کے ہاں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا  
جاتا ہے وہیں آپ کا پنجابی کلام اپنی جا زبیت اور شعری جمالیات کی بنا پر اہل نظر کے ہاں ذوق و  
شوق سے سنا اور پڑھا جاتا ہے۔ مولانا کا پنجابی کلام صوفیانہ رنگ لیے ہوئے ہے۔ پنجاب بھر کی

چشتیہ خانقاہوں میں سماع کی محفلوں میں آپؑ کے فارسی و پنجابی کلام محفلوں میں ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ اکثر ارشد محمود شاہ کے بقول:

”مولوی محمد علی مکھڑی دی پنجابی سی حرنی لکرو دی ڈوہنگائی تے فن دی بکائی را  
 مونیوں بولدہ شیکار ہے۔ اوہناں نے پنجاب دے صوفی شاعراں دے اُلکے  
 اکھراں دی پچھتر چھاویں سخن دے جو دیوے ہالے کن اوہناں دے چائن نال  
 اند دی دُہا لکھ دی نظر آندی ہے۔ تشبیہ، استعاریاں تے علامتاں دے  
 اعلوکیں تے تجویں ورتا دے تے زبان دے سخن نے اوہناں دے معرفت  
 رکھے کلام دی تاثیر لوں سولیا کر دتا ہے۔ ایہ گل بڑے مان نال اکھی ہنسکدی  
 ہے۔ بے پنجابی سی حرنی دے پد وچ مولوی ہورال دی سی حرنی اپنی بولیاں دکھا  
 دیوں اک اسلام ادا ہے۔“

آپؑ کے کلام میں حمد و نعت کے موضوعات کے ساتھ ساتھ تصوف اور عشق مجازی و  
 حقیقی کی کیفیات کو دلنشین انداز میں اپنی پنجابی شاعری میں بیان کیا ہے۔ آپؑ کے پنجابی سی  
 حرفیاں دل کے پردہ بھارتوں کو ساز و آواز کا روپ عطا کرتی ہیں۔

الف آدمیں وے یار پیاریا دے، کیا نخل بیٹھوں پردیس جانی  
 سروں وال ٹھیلے اکھیں پیر ڈھے، میں تاں پھر دیاں آں بھلوے ویس جانی  
 ساڈے یار گیاں مدت گھنی ٹگوری، رت روندے نی نین ہمیش جانی  
 رہا چتر جیسا کہ لوں پھیر آنے، مولوی آوے تاں آپے ویس جانی

کتب خانہ: کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڑی کے نام کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ آپؑ نے حضرت  
 خیر پشمان شاہ محمد سلیمان تونسویؒ سے بیعت و خلافت کے بعد جب مکہ شریف میں چشتیہ نظامیہ  
 خانقاہ کی بنیاد رکھی تو اس کے ساتھ ”کتب خانہ“ کی بھی بنیاد رکھی۔ اس ”کتب خانہ“ کو مولانا محمد علی  
 مکھڑی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کتب خانہ میں بیگانہ کتب مختلف علوم پر موجود ہیں جو  
 آج بھی اُس دور کی عظمت و رفتہ کی یاد دلاتی ہیں۔ مولانا کے کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، سیرت،

فقہ، تصوف، تاریخ، ادب، منطق، کلام، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، نحو و صرف، میراث، طب اور دیگر علوم پر بیسیوں کتب موجود ہیں۔ اس کتب خانہ کو یہ بھی حیثیت حاصل ہے کہ اس میں مخطوطات کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو عربی، فارسی اور پنجابی زبان کے مختلف علوم پر مشتمل ہے۔ اور ان مخطوطات میں کئی مخطوطے ایسے بھی ہیں جن کا دوسرا نسخہ دنیا کے کسی دوسرے کتب خانے میں موجود نہیں۔ مخطوطات، مطبوعات اور رسائل کی مجموعی تعداد ”۱۵۰۰۰“ سے زائد ہے۔

مولانا کے وصال (۱۲۵۳ھ/۱۸۴۷ء) کے بعد آپ کے سجادگان نے اس کتب خانہ کو مزید وسعت دی۔ کابل، ہر قند و بخارا تک سے مخطوطات منگوا کر اس کتب خانہ کو مزین کیا گیا۔ آج یہ کتب خانہ ملک پاکستان کے عظیم ذخیرہ کتب میں شمار ہوتا ہے۔ جلد اس کی تعمیر و محرم عام پر لائی جائیں گی۔ ایک اور اس کے قرب و جوار کے خطے کے لیے مولانا کی ذات ایک عجیب و غریب سے کم نہیں۔ آپ نے بیک وقت علم و ادب اور روحانیت کے درس سے اس خطے کے لوگوں کو مستفید فرمایا آپ کے حلقہ درس نے ایسے عظیم علماء و فقہاء اور روحانیت کے تاجداروں کو جنم دیا جس کی تاباکیاں ایک عالم کو منور کر رہی ہیں۔ سیال شریف کی خانقاہ اُس کی ایک زندہ و تابندہ مثال ہے۔

### حواشی و تعلیقات:

- ۱۔ محمد الدین، مولانا، تذکرۃ الاولیاء، مطبع خمس، سلطان، سن ۱۳۵۰ھ۔
- ۲۔ محمد الدین، مولانا، تذکرۃ الاولیاء، سن ۱۳۵۰ھ۔
- ۳۔ تقی الدین احمد، پاکستان میں فارسی ادب (جلد چہارم) [سن ۱۳۶۰ھ۔
- ۴۔ تذکرہ صابری، (کوشش گفتار) بحرا بیہ و عاریب، محمد ساجد نقاشی، نظامیہ دارالاشاعت، ملکوہ شریف، ۱۳۵۰ھ۔ سن ۱۸ھ۔
- ۵۔ بحرا بیہ و عاریب، محمد ساجد نقاشی، سن ۱۳۶۰ھ۔
- ۶۔ ارشد محمد شاہ، ڈاکٹر، بیک الیپ، بحرا بیہ و عاریب، سن ۱۳۶۰ھ۔
- ۷۔ بحرا بیہ و عاریب، سن ۱۳۶۰ھ۔

## حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ احوال و آثار

محسن علی عباسی

حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامیؒ کے نام نامی اسم گرامی سے کون واقف نہیں۔ آپ خاندانِ چشت کے درخشندہ ستارے تھے۔ آپ ۱۵ اربشعبان المعظم ۱۹۱۲ء کو ضلع انکھ کے ایک دور افتادہ مکر شہر یافتہ قصبہ مکھڑ شریف میں پیدا ہوئے۔ مکھڑ شریف میں آپ حضرت مولانا محمد علی مکھڑیؒ کی خانقاہ سے منسلک تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا غلام محمدی الدینؒ وقت کے جید عالم، متقی و پرہیزگار شخصیت کے حامل انسان تھے۔ خانقاہ و محل حضرت مولانا محمد علیؒ مکھڑی کے سجادہ نشین کے طور پر آپ کا عہد اُس دور کی عظمت پر دلالت ہے۔

حضرت خواجہ زین الدینؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ قرآن مجید اور روپ نظامی کی تعلیم بھی مکھڑ شریف کی قدیم و عظیم درس گاہ سے حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا نواب علیؒ مکھیماں (تحصیل پنڈی گھیب، انکھ) اور شیخ الحدیث مولانا قطب الدین غورؒ فشتی (حضرو، انکھ) کے نام نمایاں ہیں۔

اگرچہ ۸ سال کی عمر میں آپ کے سر سے ایک فشتی و مرہی باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا لیکن آپ کی والدہ محترمہ، آپ کے برادرانِ کرم اور تونسہ مقدسہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ نظام الدینؒ محمودی سلیمانی نے آپ کی دھبیری فرمائی۔ ان شخصیات نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ جس کا ثمرہ حضرت خواجہ زین الدینؒ کی شخصیت و کردار کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ آپ کو اللہ نے وہ مقام عطا کیا جس کی نظیر ڈھونڈنے پر بھی کم کم ملتی ہے۔ تحصیل علم کے لیے آپ نے غور فشتی (انکھ) کے علاوہ ہندوستان کا سفر بھی کیا۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد الورد شاہ کشمیریؒ اور دیگر جید علماء کرام سے علم حدیث پاک اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیمات حاصل کرتے رہے۔ علمی سفر سے واپسی پر حضرت خواجہ نظام الدینؒ تونسویؒ نے اپنے وسیع مبارک سے آپ کے سر پر ستار فضیلت سجائی۔



علوم ظاہری میں آپ کو حقیقی دسترس حاصل تھی۔ اتنی دسترس علوم باطنیہ میں بھی اپنے والد محترم اور پیر و شہد حنفین حضرت خواجہ غلام محی الدین مکھڑی اور حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی کے فیض نظر سے حاصل کی۔ اپنے والد محترم کی بشارت کے مطابق ”میرا یہ بیٹا سر زمین کبھی کو آباد کرے گا۔“ آپ نے ۱۹۳۳ء میں اپنا ساز و سامان اور اچھا چھوڑ کر یہ شریف، ترنگ (میانوالی) کا سفر اختیار کیا اور وہیں سکونت اختیار کی۔ اور یہاں کی بھر و بے آب و گیاہ زمین کو میرا ب کیا۔ یہاں پر خدا اور اس کے رسول ﷺ کے دین کی تبلیغ فرمائی اور ایک عالم کو نور ہدایت سے روشناس کرایا۔ آپ نے یہ شریف ترنگ (میانوالی) میں نہ صرف مسجد و مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ بلکہ ضلع بھر میں سندھ اور کراچی تک اس درس گاہ کی شاخیں کھولیں۔ اور نہایت تن دی سے دین کے اس کام کو انجام دیا۔ آپ نے اپنی تمام عمر اسوہ رسول ﷺ کے مطابق بسر کی۔ آپ کی ہستی بیک وقت ایک استاد، مفتی، شیخ الحدیث، شطرنج ماں مقرر اور بلند پایہ مولف کی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں:

- |   |                                      |   |               |
|---|--------------------------------------|---|---------------|
| ☆ | مجم الہدیٰ فی مسئلہ حیات المصطفیٰ ﷺ۔ | ☆ | ہدایۃ الدینی۔ |
| ☆ | نور الہدیٰ فی آداب مصطفیٰ ﷺ۔         | ☆ | سعادت دارین۔  |
| ☆ | شخص النبی فی مسئلہ حیات المصطفیٰ۔    | ☆ | فصلیت ذکر۔    |
| ☆ | الجهادین فی سبیل اللہ۔               | ☆ | توحید خالص    |
| ☆ | مجلل حدیث                            |   |               |

شامل ہیں۔ آپ کو حضور اکرم ﷺ کی ذات سے والہانہ عقیدت تھی۔ آپ ہا قاعدگی سے ذکر رسول ﷺ کی محفلوں کا انعقاد کروایا کرتے تھے۔ آخری ایام میں ایک جماعت ”فدا یان مصطفیٰ“ کے نام سے تشکیل دی اور پاکستان بھر میں جہاں آپ کے عقیدت مند موجود تھے ان میں اس جماعت اور اس کے پیغام کو عام کیا۔ آپ کا آخری سفر بھی خلیج دین اور صفحہ مصطفیٰ ﷺ کے لیے تھا۔ کراچی مدرسہ دین الاسلام نجی نورنجی آباد سعید آباد، کراچی کی تعمیر میں معروف تھے کے

خانی ایزدی سے بلاوا آگیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ دوست کو دوست بلائے اور دوست نہ  
جائے تو دوستی کا ہے کی۔ دوست کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۳، ۲۴  
نومبر ۱۹۷۸ء کی درمیانی شب یہ آفتاب ہما کمال اپنے خانی حقیقی سے چلا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ کا مزار پر الوار بہ شریف ترک (مہانوالی) میں مرجع خلائق ہے۔ ہر  
سال ۲۲، ۲۱، ۲۰ ذی الحجہ کو آپ کا عرس مبارک نہایت حرک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ ملک  
بھر سے مریدین جوق در جوق اپنے مرشد کو سلام عقیدت پیش کرنے آتے ہیں۔ اور من کی  
مرادوں سے جموں لیاں بھر بھر لے جاتے ہیں۔

آپ نے دو شاویاں کیں۔ آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں  
ہوئیں: صاحبزادگان کے اسائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت خواجہ غلام محسن الدین چشتی نظامی مدظلہ العالی

حضرت خواجہ نصیر الدین چشتی نظامی

حضرت خواجہ قطب الدین چشتی نظامی

حضرت خواجہ علاؤ الدین چشتی نظامی مدظلہ العالی

خواجہ قطب الدین چشتی نظامی مدرسہ دینت الاسلام، مسجد آباد کے مہتمم و منتظم رہے  
۔ آپ نے اپنے والد علیہ الرحمۃ کے مشن کو جاری رکھا اور مع علم کفر و زان کیا۔ اس وقت آپ کے  
بڑے صاحبزادے حامی محسن الدین چشتی نظامی مدظلہ العالی معروف ”جنید“ آپ کی درگاہ کے  
سجادہ نشین ہیں۔ آپ اپنے والد گرامی کے مشن کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں۔ قتل و نگار و وضع  
قطع بصورت و سیرت میں اپنے عظیم والد کے فکر جمیل ہیں۔

حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامی نے جو مشن جاری کیا تھا جو مشن مصطفیٰ ﷺ کی فتح  
آپ نے چلائی اس کی روشنی و چمک آج بھی آنکھوں کو چندھیائے دیتی ہے۔ آج اگرچہ آپ کے

وصال مبارک کو ۳۵ سال ہونے کو آئے ہیں لیکن آپ کا نام و کام اسی طرح زندہ و تابندہ ہے جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں تھا۔ اللہ رب العزت اپنی حبیب ﷺ کے صدقے و قیامت اس درگاہ کو روشن و تابندہ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

آپ کی حیات مبارکہ پر مختصر سوانحی کتاب ”حیات مرشد“ کے نام سے حاجی غلام قاسم شاہ صاحب نے تحریر کی۔ جو مرکزی تنظیم دعوت الی الخیر کے تعاون سے آر۔ کے پرنٹرز، کراچی سے شائع ہوئی۔ آپ کا علمی و روحانی مرجعہ بڑا بلند تھا۔ علمی لحاظ سے آپ کی تصانیف اس پر دلیل ہیں اور روحانیت کے حوالے سے نہ صرف طبع مہالو الی بلکہ اس کے قرب و جوار کے اندر اور خاص طور پر سندھ کا ایک بڑا اعلیٰ درجہ آپ کے فیض سے مستفید ہوا۔ آج آپ کے وصال کو ۳۵ سال سے زپادہ کا عرصہ ہونے کو ہے اور روحانی فیض کا وہ سلسلہ اب بھی پوری آب و تاب کے ساتھ جاری و ساری ہے اور ان شاء اللہ قیامت جاری و ساری رہے گا۔

آپ صاحب کشف و کرامات شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے خلفا اور مریدین و شاگردوں کی ایک بڑی تعداد آپ کی ظاہری حیات میں اور اب بعد از وصال آپ کے روحانی فیض سے مستفید ہو رہی ہے۔ اور بیسیوں ایسے واقعات آپ کے روحانی فیض کی ترسیل اور کرامات کے زبانِ ذوق عام و خاص ہیں۔ آپ کے مرید و حنفیہ جناب حافظ غلام محمود المعروف حافظ جی نے اپنی واردات قلبی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بقول علامہ محمد رفیع حسنی :

ایک دفعہ میں نے حافظ جی سے پوچھا کہ آپ کی روحانیت کا سفر کیسے شروع ہوا۔ حافظ جی نے بتایا کہ میں قرآن شریف کثرت سے پڑھتا تھا، لیکن پردہ نہیں اُفتا تھا۔ ایک بار ترمذی شریف کے بحرِ خود غلام زین الدین کراچی تشریف لائے، آپ کا قیام ایک مرید کے پاس ”بکرا بیڑی“ میں تھا اور میں لی، رکیٹ میں رہتا تھا، میں حاضر ہوا اور مرید ہو گیا۔ دوسرے سال تشریف لائے تو میں ”بکرا بیڑی“ زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے میرا نام پوچھا، میں نے عرض کیا، میں آپ کا مرید ہوں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر میدانِ محشر میں مریدوں کی مدد کریں گے اور پہچانتے ہوں۔

میں لیکن اپنے محل کے مریدوں کو نہیں بھیجتے۔ اس پر آپ فرمایا کہ کل  
 صبح میرے ساتھ ناشتہ کرتا۔ دوسری صبح جب میں پہنچا تو گاریاں تیار تھیں اور کافی مرید  
 جمع تھے۔ میری صاحب اور دیگر مرید ”منگھوچ“ جانے کے لیے روانہ ہو گئے اور مجھے بھی  
 ساتھ لے گئے۔ میری صاحب حذر شریف پر جا کر دوڑاؤ بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنا شروع  
 کر دیا۔ دیگر مرید بن میری صاحب کے پیچھے کھڑے رہے، پڑھتے پڑھتے میری صاحب  
 نے اشارہ فرمایا کہ آگے آ جاؤ۔ میں آگے نہیں گیا، کیونکہ میں نو مرید جہان تھا۔ سوچا  
 کہ کسی دوسرے مرید کو بلا یا ہوگا۔ دوسرا مرید آگے بڑھا تو ان کو اشارے سے منع کر  
 دیا۔ پھر اشارے سے فرمایا کہ اس بچے کو بلاؤ۔ چنانچہ میں آگے بڑھا، فرمایا کہ  
 میرے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ میں ویسے ہی دوڑاؤ ہو کر بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہوئے میری ران پر  
 صاحب کی ران سے مل گئی اور آپ کی جسم کی گرمی محسوس ہونے لگی۔ اس کے بعد  
 میرے جسم میں بخنی کی زد دوڑنے لگی۔ ایسا محسوس ہوا کہ جسم میں روحانی کرنٹ آ گیا  
 ہے۔ وہ دن اور آج کا دن ہے۔ اس روحانیت میں ترقی ہی ترقی ہے۔ اسی دن میری  
 روحانیت کا آغاز ہو گیا۔ میں نے عرض کیا میری صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے  
 فرمایا کہ مجھے ایسا لگتا کہ حضرت صاحب حذر میری صاحب سے اس بات کی اجازت لی  
 یا اس کی روحانیت حاصل کی اور پھر میرے اوپر کرم فرمایا۔

حضرت خواجہ زین الدینؒ نے سادگی کے ساتھ زندگی گزاری۔ آپ ہمیشہ سفید لباس  
 لپیٹن فرماتے۔ کھانے میں سادہ خوراک پسند فرماتے۔ آپ اپنے مرید و خلفاء کے ساتھ اخلاق  
 و کریمانہ انداز سے گفتگو فرماتے۔ میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محافل میں ذوق و شوق سے شمولیت  
 اختیار فرماتے۔ مریدان میں سے اگر کوئی کسی مسئلے کے لیے دعا کی عرض کرتا تو آپ فرماتے کہ  
 اپنے گھر میں غسل میلاد مصطفیٰ ﷺ کی نیت کر لو، تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوتا۔ اپنے  
 عقیدت مندوں خاص طور پر خلفاء کو مساجد و مدارس اور کتب خانوں کی بنا پر خصوصی توجہ دلاتے۔  
 بقول حاجی غلام قاسم شاہ:

حضرت خواجہ غلام زین الدین چشتی کے تیسرے کردہ مساجد و مدارس آج بھی قائم ہیں۔  
 جن میں شب و روز علمائے کرام، قراء اور حفاظ کرام تحفی و ترویج علم دین میں مصروف

ہیں۔ اور ہزاروں تشنگانِ علم و معرفت ان پشہ ہائے فیض سے اپنی علمی و روحانی تھکن  
 بھجوا رہے ہیں۔ ایسے درویشِ خدا پرست اور صاحبِ بصیرت و بصارتِ شخصیتِ اک  
 مدتِ دراز کے بعد اس دنیا میں تشریف لاتی ہیں۔ جن کے مقدم سے خلقِ خدا کے حق  
 ب علم و آگہی کی روشنیوں سے یکساں ہوتے ہیں۔ ع

آپؑ کو مکہ شریف، تونسہ مقدسہ، چشتیاں شریف، پاک تپن شریف اور اپنے  
 سلسلہ کی دیگر خانقاہوں کے ساتھ ولی و ایلیٰ تھی۔ آپؑ کا قاعدگی کے ساتھ ان خانقاہوں میں حا  
 ضری دیتے۔ حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ مقدس آپؑ کا محور و منبع تھی۔ آپؑ کے سامنے اگر حضور  
 سرور کائنات ﷺ کا ذکر خیر ہوتا تو محبت و وارستگی میں آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔  
 آپؑ کثرت سے درودِ پاک کا ورد فرماتے۔ اپنے حقیقت مندوں کو بھی اس کی ترغیب دلاتے  
 تھے۔ آپؑ نے اپنی تصنیفِ لطیف ”حجم الہدیٰ فی مسئلہ حیاتِ مصطفیٰ ﷺ“ کو حضور اکرم ﷺ کی بار  
 گاہ میں قبولیت کی لیے پیش کیا۔ اس کے بعد حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے شرف ہو  
 ئے۔ آپؑ ”فدا یا ابنِ مصطفیٰ ﷺ“ اور ”فوجِ محمدی“ جیسی تحریکوں کے بنیاد گروں میں شامل  
 رہے۔ پندرہ روزہ ”شمس الاسلام، بحیرہ“ میں ان تحریکوں کے اجلاسوں کی کاروائیوں کو پڑھا جاسکتا  
 ہے۔ حقیقت میں آپؑ کا وجودِ مسعود اس خطہ کے لیے نعمتِ حیرت سے کم نہیں۔ اللہ رب العزت  
 اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صدقے آپؑ کے درجات کو حریرِ ترقیاں عطا فرمائے۔ اور ہم جیسے گنا  
 ہگاروں کو آپؑ کے نقشے قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حواشی :

۱۔ محمد رفیع حسینی، علامہ، البشر المسحور دے فی روایات سید حافظ غلام محمود

(ناشر) صاحبزادہ محمد طاہر، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۱۰۷-۱۰۸

۲۔ غلام قاسم شاہ، طابقی، حیاتِ مرشد، آر۔ کے پرنٹرز، کراچی، ص ۱۰، ص ۲۰



## معاشرتی جمالیات

محمد تقی رحیم احمد ملک (لیکچرار)

گورنمنٹ کالج ایس ایف

کائنات کے ہیکر بے کراں میں انسان دھڑکتا ہوا دل ہے۔ مظاہر اس کی عظمت پہ سکوت آفریں حیرت کے عالم میں دست بہ دعاں، سرگرداں ہیں۔ یہی تعلیم کائنات ہے۔ مغربی فلاسفہ نے بعض امتیازی خصوصیات کی بنا پر انسانوں کو دیگر حیوانات سے ممتاز قرار دیا ہے جیسے انسان معاشرتی حیوان ہے۔ انسان حیوانِ ناطق ہے۔ انسان اختیار بنانے والا حیوان ہے وغیرہ۔ ان نظریات کا اطلاق محمد و سلط پر مختلف قسم کے حیوانات پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ یہ تقسیم عمرانی بنیادوں پہ استوار ہے جو زیادہ تر ذہن سازی اور مختلف زمانوں میں مختلف سیاسی و قومی ضرورتوں کے تابع رہی ہے۔ انہی سے قومی حرا جوں کی تشکیل ہوئی اور یہی مقاصد حیات کے تقاضات کی بنیاد ہے۔ شرف انسانیت کی مختلف وجوہ میں سے معاشرت بھی اس کا ایک خارجی روپ ہو سکتا ہے، تاہم انسان کی داخلی جمالیات کا ارتقا بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلام بنی نوع انسان کو چند فرائض کے بدلے میں بے شمار نعمات فطرت کا امین ٹھہراتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسان کی اشریت مظاہر کی تسخیر اور خالق کے شکر کے لیے قرآن حکیم میں کائنات پر غور و فکر کرنے اور احادیث مبارکہ میں تربیت کے واسطے بندوں کا شکر یہ (جو بندوں کا شکر یہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر یہ ہرگز ادا نہیں کر سکتا) ادا کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ یہ دونوں امور علم سے مستفید ہو کر تربیت سے چلا پاتے ہیں۔ علم کے ذرائع حواس، عقل اور الہام ہیں۔ حواس عالم محسوسات کے ظاہری اور عملی مسائل کا اور اک کرتے ہیں۔ عقل معاون، رہنما اور محاسب ہے۔ دل زندہ جملہ افعال کا حاکم و نگہبان ہے۔ عام لفظوں میں اس کی مثال یوں ہے کہ امور سلطنت کے ادا کام کی بجائے آوری کے لیے دربار کے مختلف کارندے کام کرتے ہیں اور بادشاہ فیصلے صادر کرتا ہے۔ بلا و اسلام یہ میں تربیت کے دو ذریعے (شریعت و طریقت) اس سلسلے

میں بطور خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ہرچہ کہ ان ذرائع کی تقسیم اور یا بھی آویزش نے قرونِ اولیٰ کے صاحبِ نظر مد (بلا تفریق خبر و نظر) کے جاری کردہ متوازن چشمہٴ فیض کو نقصان پہنچایا تاہم اب یہ مستقل حثیت ہے فکر کی حیثیت سے کارفرما ہیں۔

معاشرتِ مل جل کر رہنے کا نام ہے۔ مختلف معاشروں کے مخصوص نظریات اور تصورات کی عملی صورتِ مخصوص نظامِ زندگی کو متعارف کرواتی ہے۔ جذبیہ، نسل، اسلوبِ زندگی، نظریہٴ بحیثیت اور تہذیب و ثقافت وہ عناصر ہیں جو ہر خاکہٴ انسانی کے اقدار و احوال کو اجاگر کرتے ہیں، شناخت عطا کرتے ہیں، ایک خارجی حسن عطا کرتے ہیں جو اسے دیگر اقوام و مل سے منفرد بناتا ہے۔ عمرانی سطح پر جمالِ افراد و معاشرہ کے اس داخلی نظم، توازن اور سلیقے کا نام ہے جو انفرادی و اجتماعی روپ میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ معاشرتی جمالیات علم کی روشنی میں متوازن فکر و عمل کا نام ہے۔ اس کا دائرہٴ عمل جذبیوں کے توازن سے لے کر موجودات پر تصرف کے اعلیٰ مقام اور ان کے استعمال تک کو محیط ہے۔

معاشرتی حوالے سے حسن، نیک، صالح، جذبات اور خیر سے عبارت ہے اور بد صورتی، بدی، بُرے جذبات اور شرانگیزی کا نام ہے۔ قسطی کی رو سے حسن اشیاء میں ان مخصوص صفات سے عبارت ہے، جن سے ہمیں ایک طرح کی مسرت و سرور کا احساس ہوتا ہے۔ گویا حسن وہ تاثر ہے جو خاندان یا داخل کے کسی مظہر کے انسانی مزاج کے ساتھ اتحاد، ہم آہنگی، متناسبت و ترتیب سے جنم لیتا ہے۔ اس کا زیادہ تر انحصار حسنِ ترتیب، سلیقے اور توازن پر مبنی ہے یعنی یہ خصوصیات عمومی حسن کا معیار تصور کی جاتی ہیں۔ یہ عناصر معروض میں ہوں تو ذوقِ جمال اور موضوع میں ہوں تو حسنِ کائنات کہلاتا ہے۔ معروض اور موضوع کا داخلی اشتراک اس میں بنیادی قدر کے طور پر کار فرما ہوتا ہے۔

عام طور پر سائنس کو جمال اور جمالیات سے بے گانہ تصور کیا جاتا ہے لیکن ایسا نہیں۔ جمالیات کے مذکورہ بالا عناصر سائنس میں بھی پوری طرح کارفرما ہیں، بل کہ اگر یہ کہا جائے کہ

سائنس انہی اصولوں پر اپنی بنیاد استوار کرتی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ فکری و تصوراتی سطح پر اس کا بنیادی مقصد تخلیق ہے جو خیر اور افاذے سے متعلق ہے یہ اور بات کہ ایجادات کے منافی استعسا سے انہی نیت کو شرمسار کیا۔ اس کا تعلق موج اور جذبوں کے عدم توازن سے ہے۔ یعنی اس بد صورتی کا تعلق بھی داخلی سطح پر جمالیاتی قدروں کی پامانی سے ہے۔ ایجادات کی میکینیکل کارکردگی تو جمالیات کی قدروں سے سراسر موافق سائنس کے لیے ممکن نہیں، بلکہ اپنے محور کے گرد گھوم کر ہی ہوا دیتا ہے، ٹیلی وژن بصری و صوتی بہروں کو برقی قوت کی مدد سے اسی عمل کے رد عمل کے طور پر سکریں پر دکھاتا ہے، کمپیوٹر کی پروگرامنگ (ہائری کوڈز) کو ذرا پیچیدہ ہے اور دیکھیں کہ معمولی سا توازن بگڑنے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ سادہ لفظوں میں مشین کے پاس غلطی کا کوئی اختیار نہیں، یا تو پورے کل پروگرام کی درستگی کے ساتھ چلے گی یا نہیں چلے گی۔ بڑوں کی راسخی توازن ہے مشینوں کا افاذہ خیر ہے باسولت اور باسلیقہ استعسا محسن ہے۔

ہر مذہب کی بنیادی اخلاقیات بھی جمالیات کی مشترک قدروں پر استوار ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب میں صداقت کی جھلک موجود ہے۔ بدھ مت کے چار بنیادی اصول ہیں: دنیا دکھوں کا گھر ہے، خواہشات پر قابو پانے سے دکھوں میں کمی ہو سکتی ہے، کسی کو دکھ نہ دو اور عمل کا رد عمل ہوتا ہے۔ آخری اصول تو خاصاً سائنسی بنیادوں پر جمالیاتی تقاضوں کو پیش کرتا ہے اور پہلے تین اصول بھی توازن اور عدم توازن کے گرد گھومتے ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے جو ہر طرح کے عدم توازن کی مذمت کرتا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں توازن کو برقرار رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اقبالؒ کے نزدیک ”تمام توئی کو اپنے مقام پر استعمال کرنے کا نام اسلام ہے۔“ جمالیاتی اعتبار سے سورۃ الرحمن کو حمدیں القرآن کہا گیا ہے۔ ناعلم فطرت کی طرف اشارے، تکرار احتساب اقراری نفسی، لے اور آہنگ کا حسن بھی حسن کا احساس پیدا کرتا ہے۔ معنوی سطح پر بھی جمالیات کے جس قدر زاویے ہو سکتے ہیں وہ فصاحت و بلاغت قرآن کے اعجاز میں ٹنڈھے ہوئے سجھا ہو گئے ہیں۔ تین آیات ۲۹ تا ۳۱ (وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ • أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ •



والحمد للہ الذی ہدانا لهذا ولا یسروا العلم الا ذل ( ) کو جمالیات کے فلسفے کی کلید کہا جاسکتا ہے۔ یہی آیت میں میزان قائم کرنے کا ذکر ہے دوسری آیت میں اس قائم کردہ میزان میں سرکشی و نہادتی سے روکا گیا ہے، تیسری آیت میں خسارے، کمی سے بھی روکا گیا ہے گویا ”عدل“ کی وضاحت کے ساتھ اس کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ اسلام نے عدل کو خُسن کا معیار قرار دیا ہے۔ عدل اپنی راست (احساسات، جذبات اور افعال) سے شروع ہو کر معاشرے اور مظاہرِ فطرت تک پہنچتا چلا جاتا ہے۔ یہاں دوسری آیت کا انداز یعنی سرکشی سے روکنے کا اسلوب خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے۔ یہی وہ اصول ہے جس نے روحِ ارضی میں پہلی متدن بہتی ”مدینہ“ کا گھیت جزا و نکر و عمل کی ایسی حسین مثال شاید دنیا کا کوئی مذہب پیش نہ کر سکے۔ اسلام نے دنیا میں عدل کا حکم دیا ہے اور اسی بنانے پر یومِ حساب کی کامیابی کا مدار رکھا ہے (جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ دیکھ لے گا، اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی دیکھ لے گا)۔ وہی چیز حسین ہے جو ہر جگہ حسین ہے اور وہی اصول درست ہے جو ہر جگہ درست بنیشتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاشرتی جمالیات کا نگہبان کون ہے؟ انبیاء کے بعد معاشرے میں ترتیب، توازن، سلیقہ، ہم آہنگی اور عدل کی شعوری کوشش کس کی ذمہ داری ہے؟ اڈل تو یہ کہ ہر مذہب کی تعلیمات اپنے پیروؤں سے عمل کا تقاضا کرتی ہیں۔ چونکہ یہ تعلیمات دانشِ نورانی اور دانشِ برہانی دونوں کا مرقع ہیں اس لیے انفرادی و اجتماعی جمال کے لیے اصول و ضوابطِ تلاش کیے جاسکتے ہیں اور ہر فرد انفرادی سطح پر معاشرتی جمال میں اپنا حصہ ڈال سکتا ہے۔ لیکن علم کی میراث سے استفادے کے لیے تربیت کا ہونا بھی لازم ہے۔ اسلامی دنیا میں اس تربیت کے لیے دو اعلاؤں نظرِ شریعت اور طریقت اپنے اپنے دائرے میں کار فرما رہے ہیں۔ علم کے باقی دھاروں (دنیائوی علوم) کا استخراج بھی انہی سے ہوا ہے تاہم وہ خارج از بحث ہیں۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں ابتدائی سطح پر معتد و ایمانیات کی تعلیم کے بعد علومِ ظاہری و علومِ باطنی کی تقسیم و رائج کی گئی تھی۔ یہ اس طرح آہستہ تھی کہ اس کا نتیجہ باشرع، صاحبِ نظر، مفکر، محقق، نظریہ

ساز سائنسدان کی صورت میں دکھارہا۔ ہوس زندگی اور اس کے ہر گوشے میں عورتانِ انداز میں جمال  
 نہ ہوا سماں رکھا گیا تھا۔ مولانا روم اس کی روشن مثال ہیں۔ فلسفے، سائنس، الہیات، طب،  
 معاشرت، حقوق اور نفسیات کے کتنے ہی ایسے عقدے ہیں جو ہر عہد سائنس نے دریافت کیے ہیں  
 بے شمار ایسے ہیں جن کی زمام ابھی اس کی دھڑ میں نہیں آئی۔ مولانا گزیر یہ فرماتے ہیں:

خاک و ہوا و آب و آتش بقعہ اند

ہامن و تو مردہ ، ہاتق زندہ اند

تو اس میں علوم ظاہری کے خواص اور علوم باطنی کے اسرار پوشیدہ ہیں۔ یہ وہ کیسی ہے  
 جس میں مکی بھی شامل ہے۔ روح اور مادہ کائنات کے دو بنیادی اجزاء ہیں۔ دونوں کے خواص  
 سے کامل آشنائی ضروری ہے بصورت دیگر مادی سطح پر شخص تارسانی کا فنکار ہے کی جو روحانی علاج  
 سے قاصر ہوگی۔ اخلاقی درس کی مثال بھی دیکھ لیجیے جس میں حرکت، جستجو، غریب، ریاضت،  
 قناعت، پختگی اور نہ جانے کن کن کیفیتوں کو سمودیا گیا ہے۔

کوڑہ چشمِ حریصاں پُر نہ لحد

تا صدفِ قانع نہ لحد، پُر نہ لحد

یہ علم کی وہ سطح ہے کہ جہاں جمالِ آفرینی کے خزانے لٹائے جاتے ہیں، خبر بھی ہے نظر  
 بھی ہے اور شعور ذات کے روشن مقامات بھی ہیں۔ یہ وہ بحرِ بے کنار ہے جس میں عرفان کے  
 سمندر بھی شامل ہیں اور حکمت کے دریا بھی۔ شریعت اور طریقت میں اتصال کے ساتھ آنے  
 والے زمانوں عصری علوم کی آمیزش ہے۔ ہم نے علم کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا اور علم کی ناپختہ شراب  
 نے ہمیں مسبح مئے پھار کر کے تقسیم کیا۔ تقسیم نے اپنے ارتقا کو جاری رکھے ہوئے انسانی کی  
 دلدل میں لاکڑا کر دیا۔ شعور اس سطح پر کھڑا ہے کہ الاماں..... اب شاعر کہتا ہے:

گمن کہا..... اور بن گئی دنیا

ایسی جلدی میں ایسی بنی تھی

یہ کن سے نا آشنا نہیں ہے بلکہ کن کے کرشمات اور طلسمات کی نارسائی ہے۔ یہ وہ  
 عدم توازن ہے جو نظریاتی سطح پر پیش کیا گیا، جس نے عملی میدان میں انتشار کو فروغ دیا۔ یہ فلسفہ  
 ذات ہے، فلسفہ معاشرہ ہے اور فلسفہ حسن کائنات ہے۔ ویسے بھی شعبوں کی تقسیم اور  
 مہارت نے کون سا انسانیت کو ہر روی کا ہاتھ چھوا دیا ہے۔ علم نافع ہی معاشرتی جمال کا آئینہ دار  
 ہے اور اسی کا فروغ ہی معاشرتی جمالیات کا ضامن ہے۔ یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب ہم  
 اپنے علم کے مختلف دھاروں کو ایک مرکز پر لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔



لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب

کلمہ آئینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فردغ

ذرهٴ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام

میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری لگاؤ ناز سے دلوں مراد پا گئے

عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

(علامہ محمد اقبالؒ)

\_\_\_\_\_ سید شا کر القادری چشتی نظامی

لفظ "تصوف" اور "صوفی" کی لغوی بحث میں ماہرین لسانیات و فطین کا ہر دور میں اختلاف رہا ہے چونکہ قرآن و صحاح ستہ میں یہ لفظ موجود نہیں اور عربی زبان کی قدیم لغات میں اس لفظ کا وجود نہیں اس لیے ہر دور کے علماء اور محققین اس بارے میں مختلف آراء اور خیالات ظاہر کرتے رہے حضرت سید ابوالحسن علی بن عثمان الجلائی البجوری ثم لاہوری معروف بہ داتا گنج بخش (۳۰۰-۳۶۵ھ/۱۰۰۹ء-۱۰۷۲ء) (۱) فرماتے ہیں:

"مردمان اعدہ تحقیق اس اسم بسیار سخن گفته اند و کتب ساخته"

لوگوں نے اس اسم کی تحقیق کے بارے میں بہت گفتگو کی ہے اور کتابیں لکھی

ہیں۔ (۲)

کسی کا کہنا ہے کہ حمد جاہلیت میں "صوفہ" نامی ایک قوم تھی جو اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہو گئی تھی، بہت پرستی سے گریز کرتی تھی اور خانہ خدا کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا جس جن لوگوں نے اس قوم سے مشابہت اختیار کی وہ صوفیہ کہلائے۔ چنانچہ کوفہ کے ایک محدث ولید بن القاسم (م. ۸۳ھ/۷۰۲ء) (۳) سے صوفی کی نسبت کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا:

۔ "لوم فی اجاهلہم یقال لہم صوفہ انقطوا الی اللہ عز وجل

واقضوا الکعبہ فمن تشبه بہم فہم الصوفیہ".

جاہلیت میں صوفہ نامی ایک قوم تھی جو اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہو گئی تھی جس نے خانہ کعبہ کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر لیا تھا جس جن لوگوں نے ان سے مشابہت اختیار کی وہ صوفیہ کہلائے۔ (۴)

"صوفہ" قوم کے حلق کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ خانہ کعبہ کے محاور تھے اور حاجیوں کے آرام

وآرائش کے لیے انتظامات کیا کرتے تھے۔ اس قوم کا پہلا شخص ”غوث بن مر“ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ غوث کی ماں کی کوئی اولاد نہ تھی اور اس نے سنت مانی تھی اگر اس کے لڑکا تولد ہوا تو وہ اسے خانہ کعبہ کی خدمت کے لیے وقف کرے گی چنانچہ لڑکا تولد ہوا تو اس کا نام ”غوث“ رکھا گیا جو کہ بعد میں ”صوف“ کے نام سے مشہور ہوا۔ اور اس کی اولاد بھی صوف کہلائی۔ صوف کو ”آل صوفان“ اور ”آل صفوان“ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ (۵)

لفظ صوفی کے اس اشتقاق کے بارے میں علماء مختلف خیال ہیں کچھ کے نزدیک عربی زبان و قواعد کی رو سے لفظ ”صوف“ سے ”صوفی“ نہیں بلکہ ”صوفانی“ بنتا ہے۔ جبکہ بعض ہرین فن اس اشتقاق کو درست مانتے ہیں اور اس سلسلہ میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر ”کوفہ“ سے ”کوفانی“ کا الف نون گرا کر ”کوئی“ بن سکتا ہے تو ”صوفہ“ سے ”صوفی“ کا اشتقاق کسی طور لفظ نہیں ہو سکتا۔ تاہم اس رائے کا اعتبار اس وجہ سے نہیں کہ ایک غیر معروف قوم جس کا اقرار رہبانیت رہا ہو، کی طرف احتساب کو مسلمان اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے۔

کسی کا خیال ہے کہ صوفی یا تصوف لفظ ”صف“ سے ماخوذ ہے کیونکہ صوفیہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے حضور صفِ اول میں کھڑے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں چنانچہ شیخ ابوالحسن نورثی (م ۲۹۵ھ / ۹۰۷ء) (۶) قول ہے:

”الصوفية هم الذي صفت ارواحهم فصا وافي الصف الاول  
بين يدي الحق“.

”صوفیہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی روحوں کو صاف کیا جس سے وہ اللہ کے حضور صفِ اول میں ہو گئے“ (۷)

امام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری (۳۷۶-۳۹۵ھ / ۹۸۶-۱۰۷۲ء) (۸) کے نزدیک تصوف ”صفوہ“ سے بنتا ہے جس کے معنی بزرگی کے ہیں اس لفظ کو بحرین اور خالص کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام موصوف کے بیان کے مطابق ایک دن

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”ذهب صلو الدنیا وبقي الكدر طاموت اليوم لحقت لكل مسلم“

”دنیا کی صفائی جاتی رہی اور کدورت باقی رہی۔ پس موت آج ہر مسلمان کے لیے تھک ہے“ (۹)

امام قشیریؒ کے بقول چونکہ اس جماعت کے لوگ خدا اور رسول ﷺ سے خالص تعلق پر زور دیتے ہیں اس لیے یہ صوفیہ کہلائے اور یہ جماعت اسی نام سے مشہور ہوئی۔ امام قشیریؒ کا کہنا ہے عربی زبان کے قیاس و قاعدہ اختلاف سے اس نام کی تائید نہیں ہوتی اس لیے لگتا ہے کہ یہ لقب کے طور پر مشہور ہوا۔ (۱۰)

ایک طبقہ کی رائے ہے کہ صوفی ”صفا“ سے مشتق ہے اور صوفیہ کی بڑی جماعت اس رائے کی قائل ہے۔ چنانچہ شیخ بحر بن مرث الی (۱۵۰ھ-۲۲۷ھ-۶۷۱ھ-۸۳۱ھ) (۱۱) کا قول ہے کہ:

”الصوفي من صفا قلبه لله“

”صوفی وہ ہے جس نے اللہ کے لیے اپنے دل کو صاف کیا“ (۱۲)

حضرت سید ابوالحسن علی بن عثمان الجلابی الجوزی قم لہوری بہ داتا گنج بخش، شیخ ذکریا انصاری (۸۲۳-۹۲۶ھ / ۱۴۲۰-۱۵۲۰ء) (۱۳)، غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، (۴۷۱-۵۶۱ھ / ۱۰۷۸-۱۱۶۶ء) (۱۴) اور بہت سے دوسرے اکابر صوفیہ اسی نظریے سے متفق ہیں۔

غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول ہے:

”صوفی ”فعل“ کے وزن پر ہے اور یہ مصفاۃ یا خور ہے یعنی وہ بندہ جسے

حق تعالیٰ عزوجل نے صاف کیا“ (۱۵)

حضرت سید ابوالحسن علی بن عثمان الجلابی الجویری قم لاہوری معروف بہ داتا گنج بخش

کشف المحجوب میں فرماتے ہیں:

ہر ایک کے نزدیک تصوف کے معنی کی تحقیق میں بہت سے لطائف ہیں مگر لغت کے اعتبار سے اس لفظ تصوف کے مفہوم سے ان کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ پس ان سب میں سے صفا قائل تعریف ہے اور اس کی ضد کدورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دنیا کی صفائی جاتی رہی اور اس کی کدورت باقی رہ گئی" کسی چیز کی لطافت، خوبی اور پاکیزگی کا نام صفائی اور کسی چیز کی کثافت اور میلہ پن اس کا نکرہ ہے۔ پس جب اس قصہ والوں یعنی اہل تصوف نے اپنے تمام اخلاق و معاملات کو مہذب کر لیا اور اپنی طہیت کو آفات و رذائل بشری سے بچا لیا اس لیے انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔ (۱۶)

حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں کسی شاعر کا یہ شعر نقل کیا ہے جس سے اس رائے کی تائید ہوتی ہے:

ان الصفا صفہ الصديق

ان اردت صوفيا علی التحقیق

"مگر تم ہیچ صوفی بننا چاہتے ہو تو تمہیں صديق اکبر کی پیروی کرنا ہوگی کیونکہ

صفائے باطن ان کی صفت ہے۔" (۱۷)

بعض مؤرخین صوفی کو یونانی لفظ "سوف" سے ماخوذ بتاتے ہیں جس کے معنی حکمت و

دانائی کے ہیں۔ یورپ کے کچھ مستشرقین کا خیال یہی ہے۔ علامہ ابورحمان البیرونی

(۳۶۳-۴۴۰ھ/۹۷۳-۱۰۴۸ء) (۱۸) کتاب الہند میں لکھتے ہیں:

'هنا رای السوفیہ و هم الحکماء فان سوف بالیونانیۃ الحکمتہ

وہا یسمی الفیلسوف لہذا سوفای محب الحکمتو لما ذہب

فی الاسلام قوم الی قریب من را بهمسواہا مسہوم ولم یعرف  
اللقب

”یہ صوفی کی رائے ہے جو سکھاء ہیں کیونکہ سوف یونانی زبان میں حکمت کو کہتے  
ہیں اسی لیے فلسفی کو فلاسفر کہا گیا کیونکہ وہ حکمت سے محبت رکھتا ہے۔ اور  
مسلمانوں میں ایک طبقہ ان کی رائے کے قریب ہو گیا تو وہ بھی انہی کے نام  
سے موسوم ہوا“ (۱۹)

علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۳ء) (۲۰) بھی اسی رائے کی تائید کرتے ہیں ان کے  
خیال میں تصوف کا لفظ ”سین“ سے تھا جس کا مادہ ”سوف“ یعنی حکمت تھا دوسری صدی میں یونانی  
کتاویں کے تراجم ہوئے تو یہ لفظ عربی میں آیا اور بعد میں ”س“ سے لکھا جانے لگا۔ (۲۱)  
بعض علماء کا خیال ہے کہ صوفی کی اصل ”صفہ“ ہے صفہ خیش والا ن یا چہترہ کو کہتے  
ہیں۔ مہد رسالت ﷺ میں کچھ لوگ مسجد نبوی کے شمال میں واقع ایک چہترے پر قیام رکھتے  
تھے۔ انہیں ”اصحاب صفہ“ کہتے ہیں۔ یہ وہ صحابی تھے جن کے پاس بجز توکل اور فقر و قناعت کے  
کوئی سرمایہ نہ تھا۔ اور یہ اسوائے عبادت کے دنیا کے کسی کام میں دلچسپی نہ لیتے تھے انھوں نے دنیا  
کو بالکل ترک کر رکھا تھا حتیٰ کہ کھانے پینے سے بھی کوئی رغبت نہ تھی۔ اس نظریہ کے حامل علماء کی  
رائے میں یہ صوفیاء کی پہلی جماعت تھی جس نے صوفیانہ ریاضت و مجاہدہ کو تمام دنیوی امور پر مقدم  
سمجھا اور مستقل طور پر بارگاہ نبوی ﷺ میں رہ کر سلوک و طریقت کی منازل طے کیں، انہی کے  
بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَطْرُقُ الدِّلَمِینَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْخُفْوَةِ وَالْعِشَیْ یُرِیْلُوْنَ وَجْهَہُ  
”اور ان لوگوں کو دور نہ کیجئے جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی  
ذات پاک کی خواہش رکھتے ہیں“ (۲۲)  
اور ایک مقام پر ارشاد ہائی ہے:



”لِّلْمُشْرِكِ الْمَلْعَنُ احْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ

بِحِسْبِهِمُ الْمُجَاهِلُ الْغَنَاءُ مِنَ الصَّغْفَرِ لَعَنَهُمُ سُبْحَانَهُمْ“

خیرات ان لوگوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں (کب کے قابل نہیں رہے۔ دین کے کاموں میں ہر تن مشغول ہیں) وہ زمین پر چل پھر نہیں سکتے۔ تاوقتیکہ ان کو سوال نہ کرنے کے باعث تو مگر اور دولت مند سمجھے ہیں۔ تم ان کو ان کے چہرے سے پہچان لیتے ہو۔ (۲۳)

لفظ صوفی کی اصل ”صفہ“ ہونے کے تائید کا خیال ہے کہ اصحاب صفہ ہی دراصل گروہ صوفیہ کے پیش رو تھے۔ ان کے نزدیک لغوی طور پر ”صفہ“ سے لفظ ”صوفی“ کا بنا درست نہ قرار پائے تب بھی لغوی طور پر درست ہے کیونکہ ”صوفیہ“ کا حال بالکل ”اصحاب صفہ“ کے مشابہ و مرثیہ ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ تمام صوفیہ اصحاب صفہ کی طرف منسوب ہونا اپنے لیے باعث فضیلت و افتخار سمجھتے ہیں۔

اصحاب صفہ کی تعداد سات سو تک بیان کی جاتی ہے۔ یہ لوگ مسجد نبوی کے چہرہ پر قیام کرتے اور ہر وقت تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی جدوجہد میں مصروف رہتے تھے۔ اصحاب صفہ میں کم کھانا اور تجرود و دنیا یاں خصوصیات تھیں۔  
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

”كَانَ اِذَا صَلَّيَ بِالنَّاسِ يَخْرُجُ رِجَالٌ مِنْ لَمَعَتِهِمْ فِى الصَّلَاةِ مِنَ الْخَصْلِ  
مَعَهُ وَ هُمْ اَصْحَابُ الصَّفَةِ حَتَّى تَقُولَ الْاَعْرَابُ هُوَ لَاءُ مَجَانِنٍ اَوْ مَجَانُونَ  
فَاِذَا صَلَّيَ رَسُولُ اللّٰهِ الصُّرُوفَ اَلِيَهُمْ فَقَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ لَا جَرِمْ اَنْ  
تَزِدُوهُ اَخْلَافًا وَ حَاجَةً“

جب حضور ﷺ نماز پڑھا رہے ہوتے تو اصحاب صفہ میں کئی افراد بھوک کے باعث کزوری کی وجہ سے گر پڑتے۔ اعراب کہتے یہ لوگ پاگل ہیں۔ جب

حضور پاک ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو ان کے طرف متوجہ ہو کر فرماتے "اگر تم جہیں معصوم ہوتا کہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا (ثواب) ہے۔ تو تم فخر اور فائدہ کا اضافہ چاہتے۔" (۲۴)

اصحاب صفہ کے تجدد کے بارے میں امام مسدئی اور علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔  
 "ان لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت ﷺ کی تربیت پذیری پر بند کر دی تھی۔ ان کے ہاں بچے نہ تھے اور جب شادی کر لیتے تو اس حلقہ سے نکل جاتے تھے" (۲۵)

حضرت عبداللہ بن عباس راوی ہیں کہ:

والف رسول اللہ ﷺ اصحاب الصفہ فرای فقر ہم وجہہ ہم و طلب  
 لسلوہم فمال ابشر و اما اصحاب الصفہ فمن بقى من امتی علی النعت الذی  
 النعم علیہ رضی اللہ عنہم من رفقاء فی الجنة.

رسول اللہ ﷺ اصحاب صفہ کے پاس جا کے کھڑے ہو گئے اور ان کی تنگ دستی اور محابدے اور پھر اس حالت میں ان کے قلوب کے الطمینان کو دیکھا تو فرمایا  
 اے صفہ والو! تمہیں مہرک کہ میری امت کا جو شخص اس صفت پر رہے گا جس  
 پر تم ہو پھر اس پر راضی بھی رہے تو وہ جنت میں میرے رفقاء میں ہوگا۔ (۲۶)

بیشتر علماء جن میں شیخ ابو بکر کلاہ ذی (م: ۳۸۰ھ / ۹۹۰ء) (۲۷) امام ابن حجر (۲۸) علامہ ابن خلدون (م: ۷۳۳ھ - ۸۰۶ھ) (۲۹) وغیرہ شامل ہیں کے مطابق تصوف "صوف" یعنی اون سے بنا ہے اس نظریہ کے قائلین کا خیال ہے کہ چونکہ اون کی لباس انہماک کریم اور اولیائے عظام کا پہناؤ اور شعار رہا ہے اور صوف کو ہمیشہ ترک دنیا کی علامت سمجھا گیا ہے اس لیے اہل تصوف نے اس لباس کو اختیار کیا جس کی بنا پر یہ گروہ صوفیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ان کے نزدیک ان کا یہ معمول سنت نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے چنانچہ مغیرہ بن شعبہ سے

روایت ہے کہ:

فغسل وجهه ويديه وعليه جبه من صوف

”پھر آپ ﷺ نے اپنے چہرہ اقدس اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اس وقت آپ

نے اوئی جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا“ (۳۰)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:

فلمس رسول الله ﷺ الصوف

”رسول اللہ ﷺ نے اوئی لباس“ (۳۱)

المواہب اللدنیہ میں روایت ہے:

”كان رسول الله ﷺ يلمس ثيابا من الصوف

”حضور ﷺ اوئی لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے“ (۳۲)

لفظ ”صوفی“ کے اشتقاق کے بارے میں علامہ ابن خلدون کی رائے کچھ اس طرح ہے:

”ہمارے نزدیک یہ بات زیادہ قریب قیاس ہے کہ صوفی کا اشتقاق

”صوف“ ہی سے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ اول اول جب دوسرے لوگوں نے

لباس فاخرہ پہننا شروع کیا تو انھوں نے پشمینہ کو ترجیح دی تاکہ ان میں اور ان

لوگوں میں امتیاز ہو سکے جن کی جہات دینی کو دنیا کی لذتوں نے اپنی طرف کھینچ

لیا۔ پھر جب زہد اور مخلوق سے علیحدگی و انفراد اور عبادت و ذوق ہی ان کا شیوہ

قرار پایا تو ترقیات روحانی ان کے ساتھ مخصوص ہوئیں اور یہی اختصاص ان کی

پہچان ہوئی۔“ (۳۳)

شیخ سید ابوالحسن علی بن الجلابی الجوزیری قم لاہوری معروف بہ داتا گنج بخش کشف الکجوب پشینہ پوشی

کے بارے میں فرماتے ہیں:

”یاد رکھیں صوفیا کا طریقہ کمال اور گذری پہننا ہے اور مرتقات ہے بایں وجہ کہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: علیکم بلبس الصوف تجدون علاوة  
 الایمان فی قلوبکم' اپنے اوپر صوف کا پہنا لازم کر لو تو دلوں میں ایمان کا  
 مٹاس پاؤ گے نیز ایک صحابی کا قول ہے: "کان النبی صلی اللہ علیہ و  
 آلہ و سلم بلبس الصوف ویر کب الحمار" "نبی کریم رؤف الرحیم  
 صوف پہنتے تھے اور گدے پر سواری فرمایا کرتے تھے نیز پیغمبر علیہ السلام نے  
 سیدہ طاہرہ حمیرا حضرت عائشہ سے فرمایا: "ولا تضیعیا القوب حتی توقعہ"  
 جب تک کپڑے پر پیچہ نہ لگا لو کپڑے ضائع نہ کرو اور فرمایا ہمیں پشم کا لباس  
 پہننا چاہیے" (۳۳)

حضرت داتا گنج بخش ایک اور مقام پر غوثیہ حسن بھری (۲۱-۱۱۰ھ/۶۴۲-۷۲۸ء) (۳۵) کا یہ  
 قول نقل کرتے ہیں کہ:

"میں نے ستر بدری صحابہ کی زیارت کی جن کا لباس پشم تھا حضرت ابو بکر  
 صدیق اپنے جردن الدنیا کی وجہ سے ہمیشہ صوف کا لباس پہنتے تھے" (۳۶)  
 مزید لکھتے ہیں:

"امیر المؤمنین عمر ابن خطابؓ، امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالبؓ اور حرم بن حیاءؓ سے مروی  
 ہے کہ انہوں نے اولیں قرنیٰ کو بھی اون کا لباس پہنہ دیکھا جس پر کئی بیوند لگے تھے" (۳۷)  
 اس کے علاوہ مختلف کتب تصوف و تاریخ میں اکثر اکابر صوفیا کی پشمینہ پوشی کی بارے میں قوافر  
 سے لکھا گیا ہے جس کی اجمالی صورت کچھ اس طرح ہے:

☆ اور داؤد حائلی جو کہ محقق صوفیا میں سے ہیں صوف کا لباس زیب تن فرمایا کرتے  
 تھے۔ (کشف المحجوب)

☆ حضرت ابراہیم بن آدمؒ اون کا لباس زیب تن فرما کر حضرت امام بن حنفیہؒ کی خدمت  
 میں حاضر ہوئے۔ (کشف المحجوب)

☆ یہوں میں زہیب نے جب زاہدانہ زندگی شروع کی تو صوف پہن کر مدینہ کی پہاڑیوں میں چلا گیا۔

☆ شیخ ابو نعیم بن ادم نے زہد اختیار کیا تو اک گذریے سے صوف کا جبہ حاصل کیا۔ (طبقات صوفیہ)

☆ حضرت حماد بن سلمہ جب بصرہ گئے تو حضرت حسن بصری کے شاگرد فرقد سے بھی صوف کا لباس پہنے ان سے ملنے آئے۔ (العقد الفرید)

☆ عبدلکریم ابوامیر صوف کا لباس پہن کر ابو العالیہ کے پاس گئے۔ (تلمیس ابیہس)

☆ قتیبہ بن مسلم نے بصرہ کے اک زاہد محمد بن واسع سے صوف پہننے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ سے کہوں کہ فقر کی وجہ سے پہنا ہے اس صورت میں اپنے رب کی شکایت کروں گا اور یہ بھی نہیں کہنا چاہتا کہ زہد کی وجہ سے پہنا اس صورت میں اپنی بزرگی بتاؤں گا۔ (العقد الفرید، احیاء العلوم)

صوف تارک الدنیویوں کو اس کی حیثیت سے اس قدر مشہور ہو چکا تھا کہ نام لہا اور صوفی اور زاہد بھی اس لباس کو پہنانے لگے اور بعض ایسے لوگ بھی اس لباس کو پہننے لگے جو اپنے دلوں میں کبر و محبت کے بت سجائے ہوئے تھے اور یہ محض اک رسم و رواج بن کر رہ گیا۔ حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں:

اب اگر اہل زمانہ سے بعض دنیاوی جاہ و مال کی خاطر گذری پہنتے ہیں اور ان کا ہاٹن ظاہر حال کے خلاف ہے تو یہ جائز ہے اس لیے کہ پورے لشکر میں مرد میدان بہادر بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح پوری قوم میں محقق ایک آدمہ ہوا کرتا ہے لیکن ان کے تمام اصحاب کو انہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ ایک چیز میں توان کے مشابہ ہوتے ہیں اس لیے گذری پوش بھی ایک آدمہ چیز میں تو صوفیوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کا

فرمانِ اعلیٰ شان ہے کہ ”من تشبه بقوم فهو منهم“ جس نے کسی قوم کی لباس یا اعتقاد رسم و رواج میں مشابہت اختیار کی اس قوم سے شمار ہوگا۔ ایک جماعت کی نگاہوں کی ظاہری راہِ دوسرے پر پڑتی ہے اور دوسری جماعت کی ان کے پٹن اور ستر پر پڑتی ہے۔ (۷۸)

۔ اور پہلے۔ کشف المحجوب آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ لاہور بھائی دروازہ کے باہر آپ کا حرار مرجع خلائق ہے۔ عوام آپ کو تلخ عش (خزانے بخشے والا) اور داتا صاحب کہتے ہیں اور آپ انہی القابات سے مشہور ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز)

(۲) حضرت سید ابوالحسن بن عثمان الجلابی الجویری۔ کشف المحجوب۔ ص ۲۸، ۲۷

(۳) الولید بن القاسم بن الولید ہمدانی کا تعلق کوفہ سے تھا۔ علماء رجال میں سے امام احمد بن حنبل، ابن حبان اور ابن عدی انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں مگر مشہور ماہر فن نجی ابن معین انہیں ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی انہیں حفاظ حدیث کے آٹھویں طبقہ میں شمار کرتے ہیں۔ اس طبقہ میں شمار افراد پر ضعف کا اطلاق ہوتا ہے اگرچہ ضعف کی صراحت نہیں کی گئی۔

(۴) محمد بن طاہر المقدسی، صنوۃ المتصوف، تہذیب احمد شراباسی، دارالتصنیف مصر، ۱۳۷۰ھ/۱۹۸۱ء، ص ۷۷ بحوالہ ڈاکٹر قلام قادر لون، مطالعہ تصوف (قرآن و سنت کی روشنی میں) ناشر محمد شاہ عادل، لاہور، ۱۹۷۷ء

(۵) ابو القاسم محمود بن عم الخمشری۔ اساس الباطنہ۔ تحقیق استاد عبد الرحم محمود دار المعرفہ، بیروت لبنان، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۳ء۔ ص ۳۶۳۔ بحوالہ ڈاکٹر قلام قادر لون، مطالعہ تصوف (قرآن و سنت کی روشنی میں) ناشر محمد شاہ عادل، لاہور، ۱۹۷۷ء

(۶) ابو الحسن احمد بن محمد بن محمد المعروف بہ شیخ ابو الحسن نورانی بغدادی میں پیدا ہوئے شیخ سری سقنی کے مرید تھے۔ سلسلہ نوریہ آپ سے منسوب ہے۔ آپ کی تعلیمات سلسلہ جنید یہ سے ملتی جلتی ہیں۔ شیخ جنید بغدادی آپ کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ آپ صاحب کشف و شہود بزرگ تھے۔ (علیہ الاولیاء، طبقات الکبریٰ، بحاث الانس و غیرہ)

(۷) شیخ ابوالحسن سید علی بن عثمان الجویری ثم لاہوری۔ کشف المحجوب، مترجم محمد اسحاق ظفر،

مشتاق بک کارز، لاہور۔ س۔ ن۔ ص ۶۳

(۸) امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری (۳۷۶-۴۶۴/۹۸۶-۱۰۷۲ء) خراسان

میں علم و فضل کے امام اور تصوف کے شیخ تھے۔ شیخ ابوبکر، قاتق سے فرق تصوف حاصل کیا۔ یہ شاہپور میں وفات پائی اور اپنے مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ”الرسالۃ القسریہ“ آپ کی تصنیف ہے (خطیب بغدادی تاریخ بغداد بحوالہ ذاکر قلام قادر لون، مطالعہ تصوف (قرآن و سنت کی روشنی میں) ناشر محمد شاہ عادل، لاہور، ۱۹۷۷ء، حاشیہ ص: ۱۸)

(۹) امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قسری۔ الرسالة القسریہ

(۱۰) امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قسری۔ الرسالة القسریہ

”یس یسہل لہذا الاسم من حمت العربیہ قیاس ولا اشتیاق والا ظہر انہ فیہ کمال القلب“

(۱۱) ابونصر بشر بن الحارث بن علی عبدالرحمان المعروف بہ حافی مرو کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں مشہور آئمہ سے حدیث سنی۔ زہد و تقویٰ اور ریاضت میں اپنا مافی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کو تمام آئمہ حدیث نے تقدیر دیا ہے۔ آپ کا انتقال ہوا تو تمام محدثین کو انتہائی رنج ہوا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ان کی موت کی خبر سن کر فرمایا ”انہوں نے اپنی مثال نہیں چھوڑی“ (المطبوعات الکبریٰ البدایہ والنہایہ مطبعۃ الاولیاء وغیرہ)

(۱۲) ابوالعلا عسقلانی، المتصوف، اسکندریہ، مصر، ۱۹۶۳ء ص ۱۳۰ بحوالہ ذاکر قلام قادر لون،

مطالعہ تصوف (قرآن و سنت کی روشنی میں) ناشر محمد شاہ عادل، لاہور، ۱۹۷۷ء، حاشیہ ص: ۲۰

(۱۳) شیخ ذکریا انصاری (۸۲۳-۹۲۶ھ/۱۳۳۰-۱۵۲۰ء) شیخ الاسلام، قاضی، مفسر اور عالم حدیث تھے۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ قاضی کے عہدے سے معزولی کے بعد جامع مسجد میں فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ رات کو نکلنے تو تر تارہ کے چمکے اٹھا کر کھاتے۔ مدتوں ان کے زہد و تقویٰ اور فضل و کمال کا لوگوں کو پتا نہیں چلا۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور منطق میں کثیر تصانیف عالم تھے۔ مطالعہ تصوف (قرآن و سنت کی روشنی میں) ناشر محمد شاہ عادل، لاہور، ۱۹۷۷ء، حاشیہ ص:

(۲۲)



(۱۳) غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی (۱۱۶۶ھ/۱۰۷۸ء-۱۲۰۶ھ/۱۲۱۱ء) مشہور صوفی بزرگ، ایمان کے قصبہ گیلان میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ سال کی عمر میں والدہ کی اجازت سے بغرض حصول تعلیم بغداد تشریف لے گئے۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد عبادت و عبادات شروع کئے۔ ۲۵ برس تک دن رات یاد حق کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ سالہا سال عشاء کے وضو میں صبح کی نماز پڑھی۔ بے شمار راتیں آنکھوں میں گزر گئیں اور پلک سے پلک نہ ملنے دی۔ تین کا غلبہ ہوتا تو ایک پاؤں پر کھڑے ہو جاتے اور نفلوں میں پورا قرآن ختم کر دیتے۔ عبادت و ریاضت اور صحرانوردی میں عرصہ دراز گزرنے کے بعد بغداد میں وعظ کرنے لگے۔ آپ کے صاحبزادے ابو عبداللہ راوی ہیں کہ آپ ہفتہ میں تین بار تقریر عام کرتے تھے۔ چالیس برس تک دین کی علمی و روحانی خدمت انجام دی۔ چار سو آدمی آپ کا وعظ قلمبند کرتے جاتے تھے۔ فقہ میں آپ امام شافعی اور امام حنبلی کے پیرو تھے۔ آپ کی تصانیف ”فتوح الغیب اور الطالبین“ بہت مشہور ہیں۔ تمام اکابر صوفیا آپ کی ہدایت منصب کے قائل ہیں۔ صوفیہ کا تذکرہ آپ کے ذکر سے خالی نہیں، تصوف میں سلسلہ قادریہ آپ ہی سے منسوب ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز)

(۱۵) حضرت عبدالقادر جیلانیؒ۔ حلیۃ الطالبین ص ۱۰۹۔

(۱۶) شیخ ابوالحسن سید علی بن عثمان بھویری ثم لاہوری۔ کشف المحجوب، مترجم محمد اسحاق ظفر، مشرقی بک کارز، لاہور۔ س۔ ن۔ ص: ۵۴

(۱۷) شیخ ابوالحسن سید علی بن عثمان بھویری ثم لاہوری۔ کشف المحجوب، مترجم محمد اسحاق ظفر، مشرقی بک کارز، لاہور۔ س۔ ن۔ ص: ۵۵

(۱۸) ماہر طبعیات و فلکیات، محقق و مورخ یونانی اور ہندی فلسفہ کے ماہر اور ریاضی داں ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی شہر خوارزم کے محلہ بیرون میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے البیرونی کہلائے۔ کئی برس تک ہندوستان میں قیام کیا اور مسکرت زبان سیکھی۔ محمود غزنوی کے دربار سے بھی وابستہ رہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے مذہبی اور سماجی حالات پر معرکہ الآراء کتاب لکھی

جس کا نام ”کتاب الہند“ ہے۔ خوارزم میں انتقال کیا۔ (انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز)

(۱۹) ابوریحان البیرونی۔ کتاب الہند۔ ص ۱۶

(۲۰) علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۳ء) مشہور شاعر، محقق، نقاد، مورخ اور سیرت نگار، اعظم

گڑھ میں پیدا ہوئے۔ علوم دینہ کے فروغ کے لیے قائم ہونے والے مشہور ادارے

”مدوۃ العلماء“ کے بانی، حکومت کی جانب سے شمس العلماء کا خطاب ملا، ترکی کے سلطان کی

جانب سے تمغہ حمیدی عطا ہوا۔ ان کا خاص موضوع تاریخ تھا۔ جدید طرز تنقید و تنقیح کے مطابق کئی

سیاسی اور ادبی تاریخیں لکھیں، اردو اور فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے۔ ان کی تصانیف میں

الغاروق، الماسون، الفرائی اور سیرۃ النبیؐ وغیرہ شامل ہیں۔

(۲۱) علامہ شبلی نعمانی۔ اغزالی، ص ۱۰۴

(۲۲) القرآن الحکیم: سورہ الانعام ۵۶:۶

(۲۳) القرآن الحکیم: سورہ بقرہ ۲:۲۷

(۲۴) جامع الترمذی: ۵۹:۲

(۲۵) سیرت النبیؐ مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۱:۲۷۱ و حاشیہ الصاوی مطبوعہ مصر، ۱:۱۳۰

بحوالہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری، سلوک و تصوف کا عملی دستور، منہاج القرآن پبلی

کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۵

(۲۶) شیخ ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری ثم لاہوری۔ کشف المحجوب، مترجم محمد اسحاق ظفر،

مشاق بک کارنر، لاہور، ص ۱۲

(۲۷) ابوبکر محمد بن ابراہیم الکلاہاذی البخاری، بخارا کے محلہ کلاہاز رہنے والے اور اسی سے

منسوب ہیں۔ حفاظ حدیث اور کبار صوفیہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ تصوف میں ان کی کتاب

”اتعرف اللہ بہ المل اتصوف“ بہت مشہور ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا

سکتا ہے کہ ایک بزرگ کا قول ہے اگر ”کتاب اتعرف“ نہ ہوتی تو تصوف نہ جانا جاتا۔ یہ تصوف

کی بنیادی کتابوں میں سے ہے (کشف الظنون و تلخیص الاولیاء وغیرہ)

(۲۸) تقی الدین ابو العباس احمد بن عبدالحکیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن محمد الحرانی  
حسنی، ساتویں پشت میں ان کی ایک دادی ”تبیہ“ علم و فضل میں صاحب کمال تھیں اسی وجہ سے  
اس خاندان کا ہر شخص ابنہ تبیہ کے نام سے مشہور ہو۔ ابنہ تبیہ موصل اور شام کے درمیان ایک  
چھوٹے سے شہر حران میں پیدا ہوئے۔ بیس سال کی عمر میں تحصیلات سے فارغ ہو کر علمائے کبار  
میں شمار ہونے لگے۔ علوم عقلی و نقلی اور علوم اہل کتاب کے فاضل تھے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں  
میں امام ابنہ تبیہ متنازعہ حیثیت رکھتے ہیں۔ تین سو کے قریب تصنیفات ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا  
فیروز سنز)

(۲۹) مشہور مورخ، فقیر، فلسفی، اور سیاستدان، پورا نام ابو زید ولی الدین عبدالرحمن ابن  
خلدون ہے۔ تیریس بیس پیدا ہوئے۔ انھیں علم تاریخ اور عمرانیات کا بانی تصور کیا جاتا ہے ان کا  
سب سے بڑا کارنامہ ”المقدمۃ فی التاریخ“ کی تصنیف ہے جو کہ مقدمہ ابن خلدون کے نام سے  
مشہور ہے۔ یہ تاریخ، سیاسیات، عمرانیات، فلسفہ، ادبیات، اور اقتصادیات کا مگرانقدر  
سراپا ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز)

(۳۰) صحیح بخاری، ۸۶۳:۲

(۳۱) سنن ابن ماجہ، ۲۶۳

(۳۲) المواہب اللدنیہ، ۵۷

(۳۳) مولانا محمد حنیف ندوی، انکار ابن خلدون، ادارۃ تحفۃ اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۱۲

(۳۴) شیخ ابو الحسن سید علی بن عثمان چھویری قم لاہوری۔ کشف الکجوب، مترجم محمد اسحاق ظفر،

مشتاق بک کارنر، لاہور، ص ۷۳

(۳۵) خواجہ خراجگان حضرت ابو محمد بھری کی ولادت با سعادت ۲۱ ہجری ۲۳۲ء کو ظلیہ غانی

حضرت عمر فاروق کے دور میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد موسیٰ راغی زید بن حاجت انصاری کے

آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی ہی لوطی تھیں۔ حرام اکابر صوفیہ بالاطلاق آپ کو شیخ اشیرؒ مانتے ہیں اور آپ کا حضرت علیؓ سے اکتساب فیض اور خرقہ خلافت پانا تسلیم کرتے ہیں۔ آپ نے آخر عمر میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں پانچویں رجب المرجب سن ۱۱۰ ہجری بمطابق ۷۶۸ء واصل بحق ہوئے اور وہیں آپ کا مزار پرانوار ہے (سید شاہ القادری۔ شہرہ فیض، بن و القلم ادارہ مطبوعات ایکس۔ ۵)

(۳۶) شیخ ابو الحسن سید علی بن عثمانؒ تھوہری قم لاہوری۔ کشف الکجوب، مترجم محمد اسحاق ظفر، مشتاق بک کارنر، لاہور۔ س۔ ن۔ ہ۔ ۷۳۔ ۷۴

(۳۷) شیخ ابو الحسن سید علی بن عثمانؒ تھوہری قم لاہوری۔ کشف الکجوب، مترجم محمد اسحاق ظفر، مشتاق بک کارنر، لاہور۔ س۔ ن۔ ہ۔ ۷۳۔ ۷۴

(۳۸) شیخ ابو الحسن سید علی بن عثمانؒ تھوہری قم لاہوری۔ کشف الکجوب، مترجم محمد اسحاق ظفر، مشتاق بک کارنر، لاہور۔ س۔ ن۔ ہ۔ ۷۳۔ ۷۴



## نعت شریف

ارشاد محمود شاہ

سائیں عالم کا آہنگ ترے دم سے  
 احساسِ یقین ہے گرنگ ترے دم سے  
 پھلی ہے محبت کی ہر بات ترے گھر سے  
 آرا ہے کدورت کا ہر رنگ ترے دم سے  
 نسبت تری چوکت کی ، سرمایہ ایماں ہے  
 ناموس ترے دم سے ، ہے نگ ترے دم سے  
 پھیلا ہے ترے مددے مضمون محبت کا  
 گزار یہ داماں ہے فرہنگ ترے دم سے  
 ہے سایہ گلن مجھ پر ، بادل تری رحمت کا  
 ”یہ میرے گل ولالہ خوش رنگ ترے دم سے“  
 جو دست و گریباں تھے ، وہ یک دل وہاں ٹھہرے  
 سیکھا ہے زمانے نے یہ ڈھنگ ترے دم سے  
 مجھ بے کس و تنہا کی ، ہے ڈھال توئی سائیں  
 کرتا ہوں زمانے سے میں جنگ ترے دم سے



## نعت شریف

شہاب صفدر

جو اس مٹی کے گھاؤں کی صف میں آتے ہیں

وہی تو ذرہٴ اہل شرف میں آتے ہیں

ترے طریق سے ہٹ کر جو پائیں سرائی

عمل تمام وہ فطرت و شرف میں آتے ہیں

زمانے کرنے کو تصدیق آئیے یشاق

جائے وعدہ ، حرمِ حلقہ میں آتے ہیں

وہیں سے ہونٹوں پہ آتے ہیں لفظِ رحمت کے

غمیر جہاں سے دہانِ صدف میں آتے ہیں

ترے لیے ہیں اگر گنج، وہ ہاتھ اور وہ دہان

برامِ راست خدا کے ہدف میں آتے ہیں

اچھی نگاہ تو بے بہا ہوں گے

یہ وہ نقیصے کہ شمارِ عذوبہ میں آتے ہیں

کرد شہابِ اُدر زرخ کہ سب ذرے سب

غزالِ سایہ شاو نجف میں آتے ہیں



## نعت شریف

سید نصرت بخاری

اس لطف پہ چھڑے ہیں تشکر کے ترانے  
ادلاء محمدؐ میں رکھا مجھ کو خدا نے

اخلاق سے گرویدہ ہوئی خلقِ دُنیا  
کردار سے تسخیر کیے سارے زمانے

معیار تو یہ ہو کہ سندِ دھمپن جاں دے  
کردار ہو ایسا کہ اُسے غیر بھی مانے

جو بات محمدؐ نے بتائی وہی سچ ہے  
جو اس سے سوا ہوں گے وہ سب جھوٹے فسانے

میں بھی اسی ہستی کا ثنا خوان ہوں نصرت  
حسان کے ہونٹوں پہ رہے جس کے ترانے



رہ حیات میں مشکل اگر مقام آیا  
مری رہاں پہ رسول خداؐ کا نام آیا

جہاں میں چار سو قلت کا دور دورہ تھا  
طلوع صبح ہوئی ، نور کا عیام آیا

خدائے پاک نے اہل مقام بخشا ہے  
مرا رسول ، رسولوں کا جو امام آیا

عدوئے جاں کو محبت سے رام کر ڈالا  
رہاں پہ آپ کی کب لفظ انعام آیا

یہ جز سیاحی کے دامن میں گم نہ تھا احمد  
یہ رولہ حشر مرا نعت کہنا کام آیا





## نماز: اہمیت و مسائل

تحریر: حضرت خواجہ زین الدین چشتی دہلوی

تہذیب و ترتیب: ڈاکٹر محمد زبیر چشتی

بسم الله الرحمن الرحيم

قال النبي صلى الله عليه وسلم

الصلوة عماد الدين فمن اقامها فقد اقام الدين ومن تركها فقد هدم الدين  
ترجمہ:- نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا اس کا دین قائم ہے اور جس نے اسے  
ڑک کیا اس کا دین گر گیا۔

بسم الرحمن الرحمن الرحيم O

مقدمہ

دین اسلام میں نماز کو جو عظمت اور اہمیت حاصل ہے اور قرآن حکیم اور احادیث  
مبارکہ میں جو اس کی روح و حقیقت بیان کی گئی ہے اور پھر اس فریضہ پر عمل پیرا ہونے پر جو نتائج  
و آثار کی بشارت سنائی گئی ہے ان سے اس بے نقصان دور میں شاید و نادار ہی ایسے اللہ کے بندے ہیں جو  
کچھ باخبر ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر نماز کی اہمیت اور عظمت کو ہم سمجھ جائیں اور اسے اہتمام کے ساتھ  
ادا کریں تو دنیا و آخرت کی کامیابی ہمارے قدم چومے مگر السوس کہ آج ہم نے اس اہم فریضہ کو  
فراموش کر دیا ہے تو اس کے بدلے میں ذلت و خواری ہماری دامن گیر ہو گئی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر

اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

(اقبال)

ہم نے کس چیز کو چھوڑا ہے جو دین کا ستون ہے الصلوٰۃ عماد الدين (حدیث)

جو مؤمن کی معراج ہے۔ الصلوٰۃ معراج المؤمنین (حدیث)

ہم نے اس نماز کو چھوڑا جو ایمان کی علامت ہے۔ علم الایمان الصلوٰۃ

(حدیث)

وہی نماز جو کفر و اسلام میں امتیاز کرنے والی ہے۔ بین العبد والكفر ترک

الصلوٰۃ (حدیث) وہ نماز جو برائی اور بے حیائی کی بڑکائے والی ہے۔ ان الصلوٰۃ تنہی

عن الفحشاء والمنکر وہ فریضہ جس کے متعلق رب العالمین نے تقریبات و سمرتبہ مختلف

اعزاز سے ارشاد فرمایا اور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً ایک ہزار ارشادات نماز

کے بارے میں روایت کئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ وصال کے وقت آپ نے جو وصیت فرمائی تھی

ہم نے اس کو بھی فراموش کر دیا فرمایا۔ الصلوٰۃ و ما ملکت ایمانکم۔ ”دیکھو نماز کو مضبوطی سے

تھامے رہنا اور غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا“

آپ نے بار بار ارشاد فرمایا مگر آج ہم اس ذلیل دنیا میں شہمک ہو کر رب ذوالجلال کو

بھول بیٹھے ہیں۔ اور یہ بھی بھولی گئے کہ وہ ذات رحیم و کریم ہونے کے ساتھ ساتھ جہاں رہتا رہی

ہے۔ جس نے شیطان علیہ لعنہ کو صرف ایک عہدہ کے انکار پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مردود کر دیا۔ اور

ہم اسی رب کی ایک دن میں پانچ نمازیں نہ پڑھتے ہوئے تقریبات و سمرتبہ عملی طور پر نافرمان

ارکباب اگر کر سکیں تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ کیا ہم اس عمل سے خود غصہ الہی کو دعوت نہیں دے رہے

ہیں؟ کیا قرآن میں متحدہ واقعات، پہلی امتوں کے موجود نہیں ہیں جن کو نافرمانوں کی سزا مختلف

طریقوں سے دنیا ہی میں دی گئی۔ کسی پر پتھر برسے تو کسی پر آگ، کسی پر آندھیاں چلیں تو کسی کو

زمین میں دھنسا دیا گیا۔ کسی کی شکلیں مسخ کی گئیں تو کوئی بندر بنا دیے گئے۔ اگر آج ہم اس رحمت

اللہ العالمین کی رحمت کا صدقہ اس دنیا میں بڑے بڑے عذابوں سے محفوظ ہیں تو کیا کل قیامت میں

بھی ہم سے باز پرس نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی بلکہ حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے

پہلے بندوں کی نماز ہی کی جانچ پڑتال ہوگی۔ اگر نماز ٹھیک نکلے تو بندہ کامیاب اور باحرا ہوگا اور اگر

اس کی فہرستیں خراب لکھیں تو نامراد اور خسارہ میں رہے گا اور دوسرے نیک عمل بھی کوئی کام نہ آئیں گے۔

ماتا کہ آخرت کی فکر تو ہم کو اس وقت ہوتی ہے جب موت کا فرشتہ سامنے آ موجود ہوتا ہے اور یا پھر قبر میں جبکہ حقیقت آنکھوں کے سامنے موجود کر دی جاتی ہے۔ اے کاش! اس وقت سے پہلے ہم حقیقت نماز کو سمجھ جاتے کہ ہمارے آخرت کی کامیابی بھی اسی کے ساتھ وابستہ ہے اور دنیا کی کامیابی بھی۔ صحت قدسی ہے۔ عبدی احفظ الصلوٰۃ احفظک عن المکارہ والہیات۔ "اے نبی آدم! تو نماز کی حفاظت کر، میں تم کو تمام ہلیات اور آفات سے بچاؤں گا۔"

"ایک صحابی کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز کی حفاظت کر اور بچوں کو اس کا پابند کر خدا تم کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہیں ہوگا۔" قرآن حکیم میں ہے کہ۔ "اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔" اور متقی کی بڑی علامت نماز ہے۔ عزت کی زندگی کا میرا نام بھی نماز کے ساتھ خاص ہے اور اطمینان، شکوہ اور محنت بھی اسی نماز کے ساتھ وابستہ ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے پیر و مرشد شیخ کامل استاذ العلماء حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامی مدظلہ العالی کی زیر سرپرستی جمعیت فدایان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام اسی مقصد کے حصول کی ایک کڑی ہے کہ مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ رجوع الی اللہ کا شوق پیدا کیا جائے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کو عوام کے دلوں میں آجا کر کیا جائے اور عقائد و مسائل کی پہنچائی کے لیے زیادہ سے زیادہ لٹریچر عوام تک پہنچایا جائے۔ الحمد للہ کہ میرے شیخ کامل کی اس سلسلہ میں ساتویں تصنیف "دعوت خیر الانام الی القامتہ عموماً الاسلام" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

نوٹ: افادہ عام کے لیے حضرت خواجہ زین الدین چشتیؒ کی اس تحریر کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ وابستگان، مریدین و عقیدت مند اپنے پیر و مرشد کی احیائے نماز کی کادشوں سے

آگاہ ہوں اور اس کو قائم کر کے اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کریں۔  
 اور اپنے پیرومرشد کے رُپ اور فیض کے مستحق ٹھہریں۔ (مدیر)  
 وصلى الله على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين على  
 معصومين وبيد چشتی

## فصل اول

### اہمیت نماز کے بیان میں

عن ابی عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بنی الاسلام  
 على خمس شهادة ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله و اقام الصلوة و  
 اداء الزکوة والحج و صوم رمضان (متفق علیہ، بخاری و مسلم)  
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے  
 ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کا اقرار کرنا  
 کہ (۱)۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں  
 (۲)۔ نماز قائم کرنا (۳)۔ زکوٰۃ ادا کرنا (۴)۔ حج کرنا (۵)۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

یہ پانچ چیزیں اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اور ان پانچوں میں کلمہ شہادت کے  
 بعد سب سے زیادہ اہمیت اقامت الصلوٰۃ کو حاصل ہے۔ یہ وہ فریضہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ  
 نے اپنے کلام پاک میں تقریباً سات سو دفعہ ارشاد فرمایا ہے اور کم و بیش ایک ہزار احادیث مبارکہ  
 نماز کے متعلق روایت کی گئی ہیں۔ یہ وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت  
 عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے۔ فرمایا نماز، میں نے عرض  
 کیا اس کے بعد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے عرض کی اس کے بعد ارشاد ہوا  
 جہاد۔

اسی حدیث سے علماء نے ایمان کے بعد نماز کو مقدم قرار دیا ہے۔ ایک اور حدیث پاک میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الصلوٰۃ عظیم موضوع یعنی نماز بہترین عمل ہے (جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے مقرر فرمایا ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ارشاد فرمایا۔

وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا (القرآن)

اے میرے محبوب اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہئے۔ اور سورۃ کوثر میں اپنے محبوب کو نماز کے متعلق ارشاد فرمایا۔ فصل لربک (القرآن) جس اپنے رب کے لیے نماز پڑھئے اور تمام امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد ہوتا ہے۔ اھموا الصلوٰۃ والا تھکون من المشرکین۔ یعنی نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ نماز کتنا اہم فریضہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ہون العبد والکفر ترک الصلوٰۃ (مسلم) ایمان اور کفر کے درمیان نماز ہی سے امتیاز ہے اور فرمایا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ لکھل شی علم وعلم الا یعان الصلوٰۃ یعنی ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت (بیچان) ہوتی ہے اور ایمان کی علامت (یعنی بیچان) نماز ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے نماز پڑھی۔ اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز چھوڑ دی اس نے دین کو ہدم کیا یعنی گرا دیا۔ نماز کی اہمیت اور تاکید جس قدر قرآن پاک اور حدیث میں آئی ہے۔ اس کا احاطہ کرنا تو ناممکن ہے۔ عقل مند کے لیے تو اثر رہ ہی کافی ہے۔ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ نماز مرنے دم تک کسی حال میں معاف نہیں۔ یہاں تک اندازہ لگائیں کہ عین لڑائی کی حالت میں جب کہ دشمنوں کی طرف سے حیر اور نیزے برس رہے ہوں اس حالت میں بھی معاف نہ کی، حالانکہ نماز بھی اسی رب کی جس رب کے لیے جہاد کیا جا رہا ہے مگر پھر بھی نماز معاف نہ کی اور نماز بھی، جماعت پڑھنے کی تاکید برقرار رہی۔

ایک عقل سلیم رکھنے والا مسلمان تو اندازہ اس بات سے ہی لگا سکتا ہے کہ نماز کس قدر

اہمیت والا فریضہ ہے جسے آج مسلمانوں نے پس پشت ڈال دیا ہے اور اس فریضہ کو ترک کر دینا جتنا معمولی سمجھا جاتا ہے شاید ہی کسی اور گناہ کو اتنا حقیر سمجھ جاتا ہو۔ حالانکہ نماز کا چھوڑنا اکبر الکبائر میں سے ہے یعنی کبیرہ گناہوں میں سے بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ اے کاش! مسلمان نماز کی اہمیت کو جان لیتے۔

## فصل دوم

### فضیلت نماز کے بیان میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اراہم لو ان نہرا بہاب احدکم یغتسل فیہ کل یوم الخمس موات ہل یقی من ذلہ شیئ قالو لا یقی من ذلہ شیئ قال فکلذک الک مثل الصلوۃ الخمس یمحو اللہ بہن العطا یا (رواہ البخاری)

بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازے پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرے تو اس کے بدن پر کوئی میل باقی رہے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی حال پانچ نمازوں کا ہے اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے گناہوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں جن کو فرض کیا ہے اللہ تعالیٰ نے، پس جس شخص نے ان نمازوں کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور ان کے وقت پر ان کو ادا کیا اور رکوع کو خوبی کے ساتھ ادا کیا اور حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھی اس کے لیے خدا کا وعدہ ہے کہ بخش دے اس کو، اور جو ایسا نہ کرے اس کے لیے خدا کا وعدہ نہیں، چاہے اسے بخشے اور چاہے عذاب دے (ابوداؤد)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے، دوپتے درختوں پر سے گر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

درخت کی نشانی ہاتھ میں لی تو اس کے پتے اور بھی گرنے لگے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اسے ابو ذرؓ

ان العبد المسلم لصلی الصلوة یزید بها وجه الله فها لت عنه ذنوبه  
كما تها لت هذا الورق عن هذه الشجرة (رواہ احمد)

مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی مٹ جاتے ہیں جیسے پتے اس درخت سے گر رہے ہیں۔

ابو مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہؓ سے پوچھا کہ کیا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ جل شانہ اس دن اس کے دو گناہ جو چلنے سے ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس کے ہاتھوں نے کیا ہوں اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے سرزد ہوئے ہوں اور وہ گناہ جو اس نے آنکھوں سے کئے ہوں اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب کو معاف فرما دیتے ہیں۔ حضرت ابوامامہؓ نے جواب دیا کہ میں نے یہ مضمون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہا رہا ہے (احمد)

ابن ماجہ و یحییٰ احمد و ابن حبان نے ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک قبیلہ کے دو صحابی ایک ساتھ مسلمان ہوئے۔ ان میں سے ایک جہاد میں شہید ہو گئے اور دوسرے کا ایک سال بعد وصال ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اس شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہو گئے۔ مجھے تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہے وہ پہلے جنت میں داخل ہوتے۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا کسی اور صحابی نے عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اليس قد صام بعد رمضان و صلی ستة الاف ركعة و کذا و کذا  
ركعة صلوة سنة.

کہ نہیں دیکھتے ان کی نیکیاں کتنی زیادہ ہو گئیں۔ ایک رمضان کے پورے روزے اور

بہ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں پان کی پڑھ گئیں۔

تقریباً چھ ہزار ایک سو بیس رکعتیں سال میں صرف فرض نمازوں کی جاتی ہیں۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ اور کس قدر وہ کل قیامت کے دن اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے جو فرض کے علاوہ واجب، سنتیں اور نفل نمازیں بھی پوری پوری ادا کرتے ہیں۔ مگر ”ایں سعادت بڑا درہا زو نیست“ جس کو اللہ توفیق دے۔ رب تعالیٰ سب مسلمانوں کو پکا اور سچا نمازی بنادے۔ آمین۔ بحرحیب سید المرسلین و رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

## فصل سوئم

### نماز چھوڑنے پر وعید

جن وائس کی پیدائش عبادت کے لیے ہوئی ہے ہر چیز کو بنانے کے لیے ایک مقصد اور علیہ غائی ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن وائس کی علیہ پیدائش جو بیان فرمائی ہے وہ ہے عبادت، ارشاد فرمایا۔

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (میں نے جنس پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر عبادت کے لیے) اور تمام عبادات سے افضل ترین عبادت نماز ہے۔ اب جو مسلمان اس افضل ترین عبادت سے روگردانی کرے اور اپنی علیہ غائی کو فراموش کر دے تو اس کے لیے رب تعالیٰ نے جو اپنے کلام پاک میں یا اس کے پیارے محبوب ﷺ نے وعیدیں سنائی ہیں ان میں سے صرف چند ایک عرض کروں گا۔ صاحب محل کے لیے تو ایک آیت یا ایک حدیث بھی بس ہے اور جس کو محل ہی نہ کرے تو اس کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں۔ عن عبد اللہ بن عمر وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه ذکر الصلوة يوم القیامہ من حافظ علیہا كانت له نور او برہانا ونجاة يوم القیامہ ومن لم یحافظ علیہا لم یکن له نور ولا برہان ولا نجاة وکان يوم القیامہ مع فرعون وھامان وابی بن خلف (احمد بن حبان طبرانی) حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نماز کا ذکر



فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگی۔ برہان ہوگی (یعنی حساب کے وقت جنت ہوگی) اور نجات کا ذریعہ ہوگی۔ اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے تو ایسے شخص کے لیے نہ تو نماز قیامت کے دن نور ہوگی نہ جنت ہوگی اور نہ نجات کا سبب ہوگی اور اس کا حشر فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ (احمد بن حبان طبرانی)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب التذکرہ“ میں قارون کا بھی فرعون وغیرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خاص طور پر چار بڑے بڑے کافروں کا نام کیوں لیا۔ حالانکہ کافروں اور بھی بہت تھے۔ یوحنا، ابلیس، ولید بن مغیرہ وغیرہ وغیرہ، حکمت اس میں یہ ہے کہ اکثر ان چار وجوہات کی بناء پر نماز میں سستی ہوتی ہے تو جن لوگوں نے حکومت اور سلطنت کی وجہ سے نماز میں سستی اور کالی کی تو ان کو آگاہ فرمادیا کہ حشر ان کافروں کے ساتھ ہوگا۔ اور اگر وزارت یا ملازمت یا اعلیٰ عہدے داری کی وجہ سے نماز میں کوتاہی کی تو سبب فرمادی کہ ایسے لوگوں کا حشر ہامان کے ساتھ ہوگا (جو کہ فرعون کا وزیر تھا) اور اگر نماز میں غفلت دولت کی کثرت اور جاہ و شہرت کی وجہ سے ہوگی تو ایسے لوگوں کو متنبہ فرمادیا کہ ان کا حشر قارون کے ساتھ ہوگا اور اگر تجارت اور کاروبار کی وجہ سے نماز میں سستی کا ارتکاب ہوگا تو ایسی حالت میں ابی بن خلف کے ساتھ حشر ہونے کی اطلاع فرمائی۔ دنیا میں اکثریت ان چار ہی قسم کے لوگوں کی ہے۔ قربان جانیے۔ اللہ کے عارے محبوب پر جنہوں نے ایک مختصر حدیث میں بڑے مؤثر انداز میں سب لوگوں کو آگاہ فرمادیا۔ پھر بھی ہم نہ سمجھیں تو ہماری بد قسمتی اور بد بختی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نماز کی محافظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نہ کوہ بالا حشر سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ یہ حشر ایسے کافروں کے ساتھ اسی وقت ہوگا جب ہم نے توبہ نہ کی اور اس سستی اور کالی میں موت نے آلیا اور محافظت کا مطلب یہ ہے کہ اہتمام کے ساتھ پانچ وقت باجماعت نماز ادا کرتا رہے اور اگر کبھی پڑھ لی کبھی چھوڑ دی۔ یا صرف جمعہ کی پڑھ لی باقی کی پرواہ نہیں یا پھر سال کے بعد عیدین کی نماز ہی پراکتفا کر لیا اور سال بھر کی نماز

کا پڑھیں۔ یہ نماز محافظت والی نماز نہیں کہلاتی بلکہ اعتقاد ہے کہ سستی اور کمالی کی نماز ہے۔ اور ایسی نماز پڑھنے والے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دیدہ دانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ قیامت میں القاتل نہ فرمائیں گے اور عذاب الیم اس کو دیا جائے گا۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ نماز چھوڑنے والوں کو جہنم کی وادی لم لم میں عذاب دیا جائے گا جس میں ایسے سانپ ہیں جو گردن کے برابر موٹے ہیں اور جن کی لمبائی ایک میہ کی مسافت کے برابر ہے۔ ہاں اللہ معاف فرمادے تو وہ رحم و کرم ہے مگر کوئی معافی چاہے بھی تو اللہ تو نہیں دے اور ہم سب کو عذاب جہنم سے محفوظ فرمائے۔

عن عبادۃ بن الصامت قال او صانی غلیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبع خصال فقال لا تشرکو باللہ شیا وان قطعتم او حرقتم او صلبتم ولا تشرکو الصلوۃ متعمدین فمن تشرکوا متعمدا فقد خرج من الملة ولا تکرہوا المعصیۃ لانیہا سخط اللہ ولا تشرہوا العمر لانیہا راس النخطایا کملہا (الحدیث) حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کی نصیحت فرمائی جن میں سے چار یہ ہیں کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ خواہ تمہارے گلے گلے کیوں نہ ہو۔ یا تو تم جلا دیے جاؤ یا سولی چڑھا دیے جاؤ۔ دوسری (بات) یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑو۔ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو اس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں، چوتھی یہ کہ شراب نہ پیو کیونکہ یہ گناہوں کی بڑ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوذرؓ سے بھی ایسا ہی مضمون روایت ہے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا خواہ تیرے گلے گلے کر دیے جائیں یا آگ میں جلا دیا جائے۔ دوسری یہ کہ نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا۔ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ بری الذمہ ہیں۔ تیسری شراب نہ پینا کہ ہر برائی کی

بڑھ ہے۔

نماز چھوڑنے پر وعید:

نماز چھوڑ دینا تو بہت بڑی بات ہے۔ جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے متعلق حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ نکلیا رہے اسٹیج کر کے لائیں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں (مسلم) ایک روایت میں ہے کہ ایسا کر دینا (یعنی مکانوں کو آگ لگا دینا) مکران کی بیوی اور یحییٰ کا خیال آتا ہے۔ یعنی چونکہ ان کے بیوی اور بچوں پر جماعت میں آنا واجب نہیں ہے اس لیے ان کی وجہ سے یہ کام انجام نہ فرمایا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نماز باجماعت جان بوجھ کر چھوڑ دینے سے کسی قدر دکھتا ہے کہ گھروں کو آگ لگانے کے لیے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل چاہتا ہے۔ یاد رکھیں کہ آج بھی جو لوگ نماز باجماعت کو جان بوجھ کر ترک کر دیتے ہیں وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھاتے ہیں اور آپ کی روح کو بے چین کرتے ہیں اور ایسے لوگ خود بھی بے چین رہتے ہیں کیوں نہ ظاہری طور پر مطمئن نظر آتے ہوں کیونکہ شکھ اور چین تو صرف خدا کی یاد کے ساتھ خاص ہے۔ فرمایا "الایہذکواللہ تعظمن القلوب" "خبردار اللہ کی یاد کے ساتھ دلوں کو چھین ہے۔"

اور یاد الٰہی کا سب سے بہترین طریقہ نماز باجماعت کی پابندی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے  
يُؤْتِيهِمُ الصَّلٰوةَ لَذِكْرِى۔ میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔

حضرت عبداللہ بن شفیق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابی اعمال میں سے کسی عمل کے ترک کو کفر خیال نہیں کرتے تھے مگر نماز کو (یعنی نماز کو ترک کرنا ان کے نزدیک موجب کفر تھا)۔ تہذیبی

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ہر ایک صلوٰۃ عمداً (جان بوجھ کر نماز

پھوڑ دینے والا) کافر ہے۔

امام شافعی تارک صلوة کے قائل تھے ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تارک صلوة کو جیل میں ڈالا جائے حتیٰ کہ قویہ کر لے یا گھٹ کر مر جائے۔

مختصر طور پر اس کتاب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ نماز کی اہمیت اللہ کے نزدیک، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کس قدر ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور روایت مجتہدین اسے کس قدر اہمیت دیتے ہیں۔ مسلمانوں سے درخواست ہے کہ اس بڑے فتنے دور میں نماز پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں۔ ان شاء اللہ دنیا اور آخرت میں کامیابی آپ کے قدم چمے گی۔ مسلمانوں کی بہتی کا اہم سبب نماز کی پابندی نہ کرنا ہے۔ آج جس طرف دیکھا جائے پریشانی، بدحالی، غربت و افلاس، بے چینی اور بے تری کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ اس کو جو بات میں سے اہم ترین وجہ ترک صلوٰۃ ہے۔

اللہ رب العزت اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وما اصابکم من مصیبة فبما کنت ابدکم وعلو عن کلیرا ۝ یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے تمہارے (برے) اعمال کے سبب آتی ہے اور بہت سی باتوں کو تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ہماری کوتاہیوں کے سبب بلائیں اور مصیبتیں لگتی ہیں اور سب گناہوں سے بڑا گناہ نماز کو جان بوجھ کر چھوڑ دینا ہے۔ تو لاحالہ اس گناہ کے سبب بلیات نازل ہوں گی۔  
حدیث قدسی میں ہے۔

عبدی احفظ الصلوٰۃ احفظک عن المکاره والبلیات (اے میرے  
 بندے تو نماز کی حفاظت کر، میں تجھے آفات سے بچاؤں گا۔ سبحان اللہ کتنی بڑی بات ہے کہ  
 صاحب نماز پر تمام بلیات و آفات سے محفوظ رہنے کی گارنٹی اس رب العالمین کی طرف سے دی  
 جا رہی ہے۔ جو کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا مگر انہوں نے آج ہم مادی قوتوں کو روحانی

قوتوں پر ترجیح دینے لگ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے اور ہر مسلمان کو نماز کی پابندی کرنے اور دوسروں کو تلقین کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاص طور پر ادا کثیر جمعیت فدایان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی فرمائش پر یہ کتابچہ لکھا گیا ہے ان سب کو نکاح اور سچا نمازی بنائے اور اللہ تعالیٰ ان مجاہدین فی سبیل کو زیادہ سے زیادہ نصرت و عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

## ارکان نماز کا بیان

نماز کے وہ فرائض جو نماز کے اندر ہیں ان کو ارکان کہا جاتا ہے۔ وہ سات ہیں۔

- ۱۔ ”تکبیر تحریمہ“ یعنی اللہ اکبر کہنا۔
- ۲۔ ”قیام“ یعنی سیدھا کھڑا ہونا۔
- ۳۔ ”قرأت“ یعنی کم سے کم تین آیات چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھنا۔
- ۴۔ رکوع کرنا۔
- ۵۔ سجدہ کرنا۔
- ۶۔ ”قعدہ آخرہ“ یعنی بعد از شہادتِ خیر نماز میں بیٹھنا۔
- ۷۔ اپنے اختیار سے نماز سے باہر آنا۔

## واجبات نماز کا بیان

مندرجہ ذیل واجبات نماز میں سے ہیں:-

- ۱۔ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں کو قرأت کے لیے معین کرنا۔
- ۲۔ سورۃ فاتحہ، یعنی الحمد شریف کا پڑھنا۔
- ۳۔ الحمد شریف کا سورۃ سے پہلے پڑھنا۔
- ۴۔ الحمد شریف کا ہر رکعت میں ایک دفعہ پڑھنا۔
- ۵۔ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور واجب اور سنتوں کی سب رکعتوں

۶۔ ترمیم کستوں اور درمیان بجدوں کے۔

۷۔ قوم۔

۸۔ جلسہ۔

۹۔ تبدیل یعنی اعضاء کا ساکن کرنا مقدار سبحان اللہ کہنے کے

(رکوع، سجود، قوس اور جلسہ میں)

۱۰۔ امام کو جبہ نمازوں میں مثل فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح اور

رمضان کے وتر میں بلند آواز سے پڑھنا اور دوسری نمازوں میں مثل تکبیر اور عصر کے آہستہ پڑھنا۔

۱۱۔ پہلا قعدہ کرنا یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں، اگرچہ نفل ہی پڑھ رہا

۱۲۔

۱۲۔ دونوں قعدوں میں التحيات پڑھنا۔

۱۳۔ لفظ "اسلام علیکم ورحمۃ اللہ" کے ساتھ نماز سے نکلنا۔

۱۴۔ تکبیر ثلث۔

۱۵۔ قرأت ثلث

۱۶۔ تکبیرات عیدین۔

۱۷۔ مقتدی کا قرأت نہ کرنا، کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کے لیے کافی ہے۔

۱۸۔ مقتدی کو امام کی اجازت کرنا۔

۱۹۔ سجدہ تلاوت کرنا (اگر آیت سجدہ تلاوت کی جائے)

## نماز کی سنتوں کا بیان

نماز میں درج ذیل سنتیں ہیں۔

۱۔ دونوں ہاتھوں کا تکبیر تحریمہ کے لیے کانوں کی ٹونگ تکبیر سے پہلے اٹھانا۔

- ۲۔ تکبیر کے وقت انگلیوں کا قبلہ رخ اور کشادہ رکھنا۔
- ۳۔ امام کو تکبیرات کا بلند آواز سے کہنا بعد ازاں کی حاجت کے اور مقتدی کا آہستہ کہنا۔
- ۴۔ ناف کے نیچے دایاں ہاتھ یا مکمل ہاتھ کے اوپر ہاندھنا۔
- ۵۔ ثناء یعنی ”سبحانک اللہ“ پڑھنا۔
- ۶۔ تعوذ یعنی ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ پڑھنا۔
- ۷۔ تسبیہ یعنی ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھنا۔
- ۸۔ فرض کی تکبیل دور کعتوں میں صرف ”الحمد شریف الی آخرہ“ پڑھنا۔
- ۹۔ آمین کہنا۔
- ۱۰۔ ثناء، تعوذ، تسبیہ اور آمین کو آہستہ پڑھنا۔
- ۱۱۔ قرأت مسنون پڑھنا۔
- ۱۲۔ تکبیرات اقلالی یعنی رکوع و سجدہ وغیرہ کے لیے ”اللہ اکبر“ کہنا۔
- ۱۳۔ رکوع میں تسبیح ”سبحان ربی العظیم“ تین بار کہنا۔
- ۱۴۔ رکوع میں دونوں ٹھنوں کو ہاتھ کی کشادہ انگلیوں سے پکڑنا۔
- ۱۵۔ امام کو ”سمع اللہ لمن حمده“ کہنا اور مقتدی کو ”رہدالک الحمد“ پڑھنا اور تنہا کو دونوں پڑھنا۔
- ۱۶۔ سجدوں میں دونوں ہاتھ اور دونوں ٹھنوں کا پیشانی سے پہلے رکھنا۔
- ۱۷۔ سجدوں میں تین تین بار ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پڑھنا۔
- ۱۸۔ جلسہ اور تشہد یعنی انتیات میں دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور دایاں پاؤں بچھانا اور انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا۔
- ۱۹۔ ہر جہاں اور ہر انتیات میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

- ۲۰۔ درود شریف تھہر آخرہ میں پڑھنا۔  
 ۲۱۔ تھہرہ آخرہ میں درود کے بعد دُعا پڑھنا۔  
 ۲۲۔ سلام پھیرتے وقت متھکا دائیں اور بائیں طرف پھیرنا۔  
 ۲۳۔ السلام علیکم ورحمة اللہ کے الفاظ کے ساتھ سلام پھیرنا۔

## مستحبات نماز کا بیان

نماز میں درجہ ذیل مستحبات ہیں:-

- ۱۔ مرد کو تکبیر تحریر کہتے وقت دونوں ہاتھ آستین سے باہر نکال لینا۔
- ۲۔ دونوں قدموں کے درمیان ہتھکڑیاں لگشت کے فاصلہ چھوڑنا۔
- ۳۔ تہجد کو رکوع اور سجدہ میں تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا۔
- ۴۔ قیام کے وقت اپنی سجدہ گاہ اور رکوع میں دونوں پاؤں کی پٹینے پر سجدہ میں ناک کے سرے پر اور انقیات میں اپنی گود پر اور پہلے سلام میں اپنے دائیں شانے پر اور دوسرے سلام میں بائیں شانے پر نظر رکھنا۔
- ۵۔ رکوع میں انگلیوں کا کشادہ رکھنا، سجدہ میں ملا ہوا رکھنا۔
- ۶۔ بھائی کے وقت منہ بند رکھنا۔
- ۷۔ جہاں تک ممکن ہو کھانسی والے کا کھانسی روک لینا۔

## نماز کے مکروہات کا بیان

وہ چیزیں جن سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ وہ یہ ہیں:-

- ۱۔ سدل یعنی کپڑے کے دونوں کونے آگے کی طرف چھوڑ دینا۔
- ۲۔ چادر وغیرہ کو دائیں بغل کے نیچے سے لٹکے بائیں شانہ پر دونوں کنارے ڈالنا۔
- ۳۔ کپڑے کا اوپر اٹھانا اگرچہ مٹی میں بھرنے کے سبب سے ہو۔



- ۴۔ آستین یا دامن چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا۔
- ۵۔ نمازی کا اپنے کپڑے، بدن یا داڑھی سے غیر مفید نماز کو کی فصل کرنا جس کو عہٹ کہتے ہیں۔
- ۶۔ ایسی چیز کا منہ میں رکھنا کہ جس سے قرأت مستوندانہ کر سکے اور اگر ایسی چیز ہو جو قرأت مفروضہ کو مانع ہو تو وہ مفید نماز ہے۔
- ۷۔ انگلیوں کو نماز میں جٹکانا، ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا، جس کو تھمیک کہتے ہیں۔
- ۸۔ نماز میں منہ پھیر کر ادھر ادھر دیکھنا۔
- ۹۔ نماز میں شل کتے کے بیٹھنا یعنی دونوں سرین پر بیٹھنا اور روز الوؤں کو کھڑا کر کے دونوں گھٹنے چھاتی سے لگا لینا یا دونوں پاؤں کھڑے کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھنا اور مرد کا دونوں گلایاں زمین پر رکھنا (حالت سجدہ میں)
- ۱۰۔ نمازی کا کسی آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اسی طرح دوسرے آدمی کا بھی نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔
- ۱۱۔ اپنے ارادے سے قصد اجماعی لینا۔
- ۱۲۔ تہا امام کا محراب کے اندر بلا نظر کھڑا ہونا۔
- ۱۳۔ نماز کا اس کپڑے کا پہننا کہ جس میں جاندار اشیا کی تصویریں ہوں۔
- ۱۴۔ چادر کو اس طرح لپیٹنا کہ کہیں سے ہاتھ باہر نہ نکلے۔
- ۱۵۔ حمامہ یا گڈی کو اس طرح باندھنا کہ بچ میں سے سر نکلا رہے۔
- ۱۶۔ گرت یا قمیض کے ہوتے ہوئے صرف پا جامہ سے نماز پڑھنا۔
- ۱۷۔ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کا پڑھنا۔

## مفسدات نماز کے بیان میں

وہ چیزیں جن کے کرنے سے نماز کا سدھو جاتی ہے۔ وہ یہ ہیں:-

- ۱۔ کلام کرنا، مہر اہو یا سہرا ہوں۔
- ۲۔ سلام کا جواب قصداً ہوں یا سہواً ہوں۔
- ۳۔ چھینک کا جواب دینا۔
- ۴۔ بُری خبر کے جواب میں "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا رَاجِعُوْنَ" پڑھنا۔
- ۵۔ اچھی خبر پر الحمد للہ کہنا۔
- ۶۔ سوائے اپنے امام کے اور کسی کو تسمیہ دینا۔
- ۷۔ قرآن شریف کا غلط پڑھنا۔
- ۸۔ چان کر یا بھول کر کھانا پینا۔
- ۹۔ عمل کثیر کرنا۔ (نماز کے دوران نمازی کا ایسا عمل کہ جس کو دیکھ کر کوئی شخص یہ سمجھے کہ ظلم نماز نہیں پڑھ رہا)
- ۱۰۔ بلا عذر قبلہ کی طرف سے سیدھ پھیرنا۔
- ۱۱۔ بالغ کا نماز میں ہنسا۔
- ۱۲۔ نماز میں غیر نمازی کا کہنا، مثلاً۔

## سجدہ سہو کے بیان میں

- ۱۔ نماز میں جو چیزیں واجب ہیں اس میں سے ایک واجب یا کئی واجب اگر بھولے سے رہ جائیں تو سجدہ سہو کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس کے کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔ اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز پھر سے پڑھے۔
- ۲۔ اگر بھولے سے کوئی فرض نماز کا چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست نہ ہوگی پھر سے نماز پڑھے۔



اگر چوتھی رکعت پر بیٹھا اور اتحیات پڑھ کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ کرنے سے پہلے جب یاد آئے، بیٹھ جائے اور اتحیات نہ پڑھے بلکہ سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے اور اتحیات پوری کرے۔ درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تو ایک رکعت اور ملا کر چھ کر لے چار فرض ہو گئیں اور دو نفل اور چوتھی رکعت کے بعد سجدہ سہو کرے اور اتحیات پوری کرے۔ درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اگر پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا اور سجدہ سہو کر لیا تو اچھا نہ کیا چار فرض ہوئے اور ایک رکعت اکارت گئی۔

### سوالات وجوابات

سوال:- ایک شخص الحمد شریف کو بھول کر دوبارہ پڑھ جائے تو سجدہ سہو کرے یا نہیں؟

جواب:- اگر اس شخص کو یہ سہو چار رکعت فرض کے پہلے دو گنا نہ میں ہوا ہے تو سجدہ سہو کرے اس لیے کہ پہلے دو گنا نہ میں الحمد شریف کا ایک دفعہ پڑھنا جو واجب تھا وہ ترک ہو گیا اور اگر دوسرے دو گنا نہ میں ہوا تو سجدہ سہو نہ کرے۔

سوال:- اگر کوئی الحمد شریف کا کچھ حصہ پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:- اگر نصف سے زیادہ الحمد شریف پڑھ کر پھر دوبارہ پڑھنے کے لیے لوٹا ہے تو سجدہ سہو کرے اور اگر تھوڑی الحمد شریف پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو سجدہ سہو نہ کرے۔

سوال:- پچھلے دو گنا نہ میں فرضوں کے اگر الحمد کے ساتھ سورۃ ملائی جائے تو

سجدہ سکھ کرے یا نہیں؟

اس صورت میں سجدہ سکھ نہ کرے۔

جواب:-

اگر کوئی قیام میں تشہد سکھانے والے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال:-

اگر یہ قیام فرض نمازوں کا ہے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ تشہد پہلے دو گانہ (دو

جواب:-

رکعت نماز) میں پڑھایا جچھلے دو گانہ میں اگر پہلے دو گانہ میں پڑھا تو

یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ الحمد شریف سے پہلے پڑھا یا پیچھے۔ اگر پہلے

پڑھا ہے تو سجدہ سکھ نہیں اگر بعد الحمد شریف کے پڑھا تو سجدہ سکھ

کرے اس لیے کہ الحمد شریف کے بعد محل ہے اس شے کے پڑھنے کا

جو واجب ہے تو تاخیر واجب سے سجدہ سکھ لازم ہوا۔ اور اگر فرض

نمازوں کے پچھلے دو گانہ میں پڑھا تو سجدہ سکھ واجب نہیں۔ اگر یہ

قیام وتر یا نفل نمازوں کا ہے تو سب رکعتوں کے لیے وہی حکم ہے جو

کہ فرض نمازوں کے پہلے دو گانہ کے لیے ہے۔

اگر قعدہ اولیٰ کو بھول کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو کیا

سوال:-

کرے؟

اگر قریب بیٹھنے کے ہے اور یاد آ جائے تو وجوہاً بیٹھ جائے اس صورت

جواب:-

میں سجدہ سکھ نہیں ہے۔

اگر کوئی قعدہ آخریہ کو بھول کر پانچویں رکعت کو کھڑا ہو جائے تو کیا

سوال:-

کرے؟

جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو اس وقت تک قعدہ

جواب:-

آخریہ کی طرف عود کرے اور تشہد پڑھ کر سجدہ سکھ کرے۔ نماز درست

ہو جائے گی۔

سوال:-

اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو کیا کرے؟

جواب:-

ایک رکعت اور ملائے تاکہ چھ رکعت لگ جائیں اور آخر میں سجدہ  
سہو کرے، اس صورت میں فرض بسبب ترک سجدہ آخرہ جاتے  
ہے۔ لہذا نماز دوبارہ پڑھے گا۔

سوال:-

اگر کوئی قعدہ آخرہ کرنے کے بعد پھر سہواً کھڑا ہو گیا پانچویں رکعت  
کے لیے تو پھر کیا کرے؟

جواب:-

اس صورت میں بھی جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو  
لوٹ کر سجدہ کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو ایک  
رکعت اور ملائے اور سجدہ سہو کرے اس طرح چار فرض ہو جائیں گے  
اور دو نفل اور اگر چھٹی رکعت نہ ملائے گا بلکہ پانچویں پر سلام  
پھیر دے گا تو چار رکعت فرض ہو جائیں گے اور ایک رکعت باطل  
ہوگی سجدہ سہو ہر طرح کرنا پڑے گا۔

سوال:-

مقتدی سے کوئی واجب ترک ہو جائے تو سجدہ سہو کرے یا نہیں؟

جواب:-

مقتدی اپنے ترک واجب سے سجدہ سہو نہ کرے کیونکہ مقتدی پر سجدہ  
سہو نہیں ہے۔

سوال:-

اگر امام ان نمازوں میں جن میں جہری یعنی بلند آواز سے قرأت

پڑھنا واجب ہے آہستہ پڑھ لے تو کیا امام پر سجدہ سہو واجب ہے؟

جواب:-

ضرور کرے گا کیونکہ واجب کے ترک سے سجدہ سہو لازم آتا ہے۔

سوال:-

اگر امام جہری نمازوں میں پوشیدہ پڑھنا شروع کر دے اور کچھ دیر

بعد پکار کر پڑھنا شروع کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب:-

اگر امام نے جہری نماز میں اس قدر اٹھنی کر لیا یعنی پوشیدہ پڑھ لیا جس

قدر کہ قرأت کی کم سے کم مقدار فرض ہے۔ یعنی اگر تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کی مقدار انہی کیا یا اس سے زیادہ تو سجدہ سہو لازم ہے ورنہ نہیں اور اسی طرح سری نہ میں قرأت جہرا شروع کر دی اور بعد فرض قرأت کے پڑھ لیا یا اس سے زیادہ اور پھر انہی کی تو سجدہ سہو لازم ہے اور اس سے کم مقدار کے پڑھنے پر سجدہ سہو نہیں ہے۔ مسبوق کو اگر اپنی بقیہ نماز کی ادائیگی کے دوران سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کرے یا نہیں؟

سوال:- جواب:- مسبوق کی بقیہ نماز مثل منفرد کے ہے اگر بقیہ نماز میں امام سے الگ ہونے کے بعد سہو ہوا ہے تو ضرور سجدہ سہو کرے اور اگر امام کے ساتھ ہوا ہے تو ہر حال میں امام کی اتباع کرے۔

سوال:- مسبوق کسے کہتے ہیں؟ جواب:- جو ایک رکعت یا ایک سے زیادہ ہو چکنے کے بعد جماعت میں شریک ہوا ہو۔

سوال:- مسبوق نے امام کی اقتداء دوسرے سجدہ سہو کے اندر کی، پہلا سجدہ امام کر چکا۔ اب مسبوق وہ پہلا سجدہ کس وقت ادا کرے۔ جواب:- کسی وقت بھی ادا نہ کرے اس طرح اگر دونوں سجدہ سہو کے بعد اقتداء کی جب بھی کچھ نہ کرے۔

سوال:- لاحق سے سہو ہو جائے تو وہ بھی سجدہ سہو کرے یا نہیں؟ جواب:- ذکرے، اس لئے کہ لاحق امام کی پیروی میں مثل معتدی کے ہے۔ سوال:- لاحق کسے کہتے ہیں؟

جواب:- جسے جماعت کے ساتھ شریک ہونے کے بعد ایک یا کئی رکعتیں نہ ملی

ہوں جیسے کوئی امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہو لیکن قعدہ میں بیٹھے بیٹھے ہو گیا اور اتنی دیر سو ہار پا کہ امام نے ایک یا دو رکعتیں پڑھا دیں۔ اگر لائق کے امام نے اپنے سہو سے سجدہ کیا تو لائق کیا کرے؟

سوال:-

امام کے سہو سے لائق پر بھی سجدہ واجب ہے۔ اب لائق آخر میں نماز کے سجدہ سو کرے جیسے اس کے امام نے آخر میں کیا ہے۔

جواب:-

امام مسافر ہے اور مقتدی عظیم، امام کو سہو ہوا تو مقتدی امام کے ساتھ سجدہ سو کرے یا نہیں؟

سوال:-

مقتدی امام کے ساتھ سجدہ سو کرے گا۔

جواب:-

امام کو سہو ہونے کے بعد حدیث ہوا تو امام نے اپنا غلیظہ مسبوق کو بتایا، اب مسبوق امام کے سجدہ سو کو کیسے ادا کرے؟

سوال:-

ماسبوق سلام کے لیے کسی مدرک کو آگے بڑھا دے تاکہ وہ سجدہ سہو کو ادا کر دے اور اگر کوئی مدرک مقتدی نہیں ہے تو مقتدی اپنی بقیہ نماز ادا کرنے کے بعد علیحدہ علیحدہ سجدہ سہو ادا کریں جو کہ امام کے سہو سے مقتدیوں پر واجب ہوا ہے۔

جواب:-

سوال:- مدرک کسے کہتے ہیں؟

سوال:-

جسے امام کے ساتھ پوری نماز مل گئی ہو خواہ شروع سے یا پہلی رکعت کے رکوع میں شریک ہوا ہو۔

جواب:-

سوال:- اگر امام سہو یا پانچویں رکعت کو بعد قعدہ آخرہ کر لینے کے کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو کیا کرتا چاہئے؟

سوال:-

جواب:- پہلے تو مقتدی امام کو اطلاع کریں تاکہ امام واپس لوٹ آئے اگر امام واپس نہ لوٹے تو مقتدی پانچویں رکعت کے سجدہ تک امام کا منتظر

جواب:-



کریں اور اگر امام بعدہ سے پہلے عود کر آئے تو مقتدی بھی ساتھ ہی  
امام کے سلام پھیریں ورنہ مقتدیوں پر اب متابعت امام کی فرض نہیں  
ہے۔ سب سلام پھیر کر علیحدہ ہو جائیں۔

سوال :- اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کرے اور مقتدی بھی متابعت  
کرتے رہیں تو کیا حکم ہے؟

جواب :- ایسی صورت میں متابعت فرض تو نہیں ہے مگر مقتدی اقتدا کریں تو  
بھی درست ہے اگر امام نے پانچویں رکعت کے ساتھ ایک اور سلامی  
تو جس طرح امام کی چار رکعتیں فرض اور دو نفل ہوئیں اسی طرح  
مقتدی کے لیے ہے لیکن اگر امام نے پانچویں رکعت پڑھ کر نماز کو قطع  
کر دیا۔ بعد سجدہ سہو کے تو امام کی چار رکعتیں فرض ہوئیں اور ایک  
اکارت گئی اور امام پر دو رکعت کی قضاء لازم نہیں مگر مقتدی پر قضاء لازم  
ہوگی۔

سوال :- اس کی کیا وجہ ہے کہ امام پر تو قطع سے دو رکعتوں کی قضاء واجب نہیں  
اور مقتدیوں پر قضاء پر لازم ہے؟

جواب :- اس کی وجہ یہ ہے کہ امام سے یہ دو رکعت نفل بل قصد شروع ہوئی تھی  
اور مقتدیوں سے قصد اس لیے مقتدیوں پر قضاء واجب ہے۔

سوال :- اگر امام بھول کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور مقتدی بھی اس  
کے ساتھ سہو آہڑے ہو گئے پھر امام کو روک کر نے کے بعد سجدہ سے  
پہلے یاد آ گیا اور امام قصدہ کی طرف عود نہ کیا مگر مقتدیوں نے بعد سجدہ  
کے عود کیا تو اب یہ تہیں کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

جواب :- رہتند یوں کو ماہ کالوت پر پیشہ معلوم نہیں ہوا تھا تب تو مقتدیوں

کی نماز صحیح ہے کیونکہ یہ زیادتی سجدہ کی سہا ہوئی ہے اور مقتدی کی سجدہ ایک رکن کی زیادتی اپنے امام کے خلاف مفید نماز نہیں ہے۔ ہاں اگر امام نے رکوع سے پہلے قعدہ کی طرف جھوکیا اور مقتدی رکوع اور سجدہ دونوں کر کے لوٹے تو رکعت کی زیادتی کی وجہ سے لازماً فوت جائے گی۔

سوال :- ایک مسافر کو دو رکعت کے اندر سجدہ ہوا۔ پھر اس نے سجدہ سجدہ کر لیا اور سجدہ سجدہ کے بعد معیم ہونے کی نیت کر لی تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟  
جواب :- وہ سجدہ سجدہ دہارہ کرے گا کیونکہ وہ سجدہ معیم ہونے کی وجہ سے اب درمیان میں آگیا اور سجدہ سجدہ آخر رکعت کے بعد لازم ہے لہذا پہلا سجدہ غیر مستحضر ہوا۔

سوال :- اگر کسی کو سجدہ سجدہ کے اندر پھر سجدہ ہوا ہو تو پھر اب سجدہ سجدہ کرے یا نہیں؟

جواب :- اب نہ کرے اس لیے کہ سجدہ سجدہ ہو جانے کے بعد پھر سجدہ سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

سوال :- اگر سلام کے پیچھے شک ہوا تو کیا کرے؟

جواب :- کچھ بھی نہ کرے اس وقت جواز نماز ہی حکم دیا جائے گا۔

سوال :- کسی وقت کسی نماز کے پڑھنے نہ پڑھنے کا شک ہوا تو کیا کرے؟

جواب :- اگر نماز کا وقت باقی ہے تو پھر ادا کرے، ورنہ کوئی چیز اس پر واجب نہیں۔

سوال :- اگر کسی کو بعد دونوں سلام کے یاد آئے کہ تیرے ذمہ سجدہ سجدہ باقی ہے تو کیا پھر سجدہ سجدہ کر سکتا ہے؟

جواب:-

ہو جب ایک قول کے جب تک قبلہ سے منہ نہ پھیرے یا کلام نہ کرے اس وقت تک سجدہ سکھ کر سکتا ہے اور ایک قول کے مطابق نہیں کر سکتا پھر سے پڑھے۔

سوال:-

نمازی بھولے سے اگر دو رکعت پر سلام پھیر دے اس وہم سے کہ چار رکعت ہو گئیں تو کیا کرے؟

جواب:-

اسی وقت کھڑا ہو جائے اور چار رکعت پوری کر لے بشرطیکہ سلام پھیرنے کے بعد کلام نہ کیا ہو اور منہ بھی قبلہ سے نہ پھیرا ہو اور آخر میں بوجہ تاخیر فرض کے سجدہ سکھ کرے۔ اسی طرح اگر مسبوق امام کے ساتھ بھول کر سلام پھیر دے تو وہ اس سلام سے نماز سے خارج نہ ہوگا اور نہ مسبوق پر سجدہ لازم ہوگا۔

سوال:-

اگر دو نماز میں سکھ ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری یا تیسری رکعت تو کیا کرے؟

جواب:-

سب رکعتوں پر دعائے قنوت پڑھے اور ہر رکعت کے بعد قعدہ کرتا رہے۔ آخر میں سکھ کا سجدہ کرے نماز ہو جائے گی۔

سوال:-

ایک شخص کسی رکن کے کرنے یا نہ کرنے کو بہت دیر تک سوچتا رہا، پھر یقین حاصل ہو گیا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب:-

اگر سوچنے کا وقت بعد اربعین تسبیح پڑھنے کے گزر گیا تو سجدہ سکھ لازم ہے ورنہ نہیں۔

سوال:-

اگر کسی نماز کے اندر شک ہوا کہ بے وضو ہے تو کیا کرے؟

جواب:-

نماز ادا کرتا رہے شک سے نماز نہ توڑے، ہاں اگر یقین ہو اور یقین ہونے کی حالت میں کوئی رکن ادا کیا تو نماز قاسد ہو جائے گی اور سخت

گنہگار ہوگا۔ اگرچہ تسوڑی دیر بعد پھر یقین طہارت کا حاصل ہو جائے اور اگر عادت خشک کرنے کی نہیں ہے تو نماز از سر نو پڑھے

سوال :- اگر بعد نماز کے کوئی خیر دے کہ تو نے چار کے بجائے تین پڑھی ہیں

پانچ، یا دو کی جگہ تین پڑھی ہیں یا چار تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب :- احتیاط کے طور پر پھر پڑھ لے اگرچہ اپنی رائے میں اس کو قطعی سمجھتا ہو۔

سوال :- اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان اختلاف ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

جواب :- اگر امام کو یقین ہے تو اعادہ نماز کا نہ کرے اور مقتدی اعادہ کریں اس لیے کہ مقتدیوں کے گمان میں نماز قاسد ہے۔

سوال :- کیا عیدین کی تحمیرات میں زیادتی اور کمی اور ترک سے سجدہ سہواً آتا ہے؟

جواب :- ہاں سب سے لازم آتا ہے اسی پر اتکا کیا جاتا ہے اگر کسی ایسے مسئلہ کی ضرورت درپیش ہو جو اس مختصر سے کتابچہ میں آپ کو نہ ملے تو فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیے۔ یا پھر اپنے قریبی عالم صحیح استفادہ (الاسئد والجماعت) سے پوچھ کر عمل کریں۔ مسائل کا جاننا بہت ہی ضروری ہے۔

بعض اوقات مسائل نہ جاننے کی وجہ سے آدمی سمجھتا ہے کہ میں نے نماز پڑھ لی مگر حقیقت میں اس کی نماز صحیح اور انیس ہوئی اور اس کی محنت اِکارت گئی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو پاک اور سچا نمازی بنائے اور جمعیتِ فدائیانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اراکین کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے نیک مقاصد میں کامیاب کرے جن کی درخواست پر یہ کتابچہ سپردِ قلم کیا گیا ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ دعاؤں میں ہرگز نہ بھولیں۔

بعد نماز پڑھے جائیو اے چند مفید اذکار

۱۔ جب سلام پھیرے تو کم از کم ایک بار یہ کلمہ پڑھے۔ لا الہ الا اللہ

وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر O

۲۔ پیشانی یعنی سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھے ہسبم اللہ الہی لا

اٰله الا هو الرحمن الرحیم ، اللھم اھب عنی اللھم والعزیز اور ہاتھ کھینچ کر اتنے تک

لائے۔

۳۔ تین بار استغفر اللہ کہے اور کم از کم دس بار درود شریف پڑھے۔

۴۔ ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمد للہ 33 اللہ

اکبر پڑھے یہ کل 99 ہوئے اور ایک بار لا الہ الا اللہ وعدہ لا شریک له الملک ولا الحمد وهو علی کل شیء

قدیر O پڑھ کر 100 پورا کرے یا 33 سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر

پڑھے۔

۵۔ ایک بار آیہ الکرسی ہر نماز کے بعد پڑھے، اس شخص کے جنت میں داخل

ہونے میں اس کے سوا کوئی رکاوٹ نہیں کہ وہ ابھی مر نہیں (یعنی مرتے ہی وہ شخص جنت میں داخل

ہوگا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد آیہ الکرسی پڑھ لینے والا دوسری نماز تک اللہ کی حفاظت

میں رہتا ہے۔ اس کے علاوہ جو دعائیں و اذکار یاد ہوں حسب معمول پڑھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اصحابہ اجمعین

☆☆☆

ابد کے طاق پہ رکھے ہوئے چراغ

\_\_\_\_\_ عبدالعزیز ساحر

بدن کی خفا ہوں میں ریاضت کے کئی موسم  
سر شاہِ حرم جب چمکتے ہیں دُعا میں کر  
تو اُن کی ہاس رنگوں کی آنا کے زاویے تبدیل کرتی ہے  
نئی تشکیل کرتی ہے

نئی تشکیل کرتی ہے اک ایسے خیمہِ جاں کی  
جہاں بنگل ہوئی راتیں چھلے لے کے اتری ہوں  
جہاں خوشبوِ عقیدت سے نئے منظر بناتی ہو  
جہاں موسمِ وجودات کا اثبات کرتے ہوں  
جہاں کثرت کے پردوں میں بس اک منظر اُبھرتا ہو  
وہی منظر حقیقت ہے

وہی منظر مدینہ ہے  
مدینہ اک حقیقت ہے  
مدینہ نور و کھمت کا خزینہ ہے  
مدینہ رحمتِ اللعالمین کی علامت ہے  
مدینہ روشنی اور چاندنی کا استعارہ ہے

مدینہ آسمان ہے ایسی دھرتی کا جسے دنیا ازل سے آسمان کا نام دیتی آ رہی ہے  
 اور غول اس وہم میں ٹم ہے  
 مدینہ ایسی ہستی ہے کہ جس کے سامنے سارے زمانے ہاتھ باندھے سرنگوں ہیں  
 اس دیا رولور کے آگے یہ ساتوں آسمان اپنی غلامی کے مقرر ہیں  
 اور اسی ہر تمنہ کا طواف جادواں ان کا مقدر ہو گیا ہے  
 یہ فصلی وقت سے آگے نکل کر، داؤگوں صورت بنا کر اب سلامی دے رہے ہیں  
 آسمان کے اُس طرف آباد ہستی کے مکین اس شہر اور اس شہر والے کی زیارت کرنے  
 آتے ہیں  
 آباد آدک یہ سلسلہ چلا رہے گا اب

مدینہ ایسی ہستی ہے  
 جہاں خوشبو، صبا اور روشنی رک رک کے چلتی ہے جب حسن عقیدت سے  
 جہاں خوشبو: خیال و خواب کے رنگوں کی تجسمیں روا کو اوڑھ لیتی ہے  
 وہ خاموشی سے اس ہر تمنہ کے کلی کوچوں میں بھرتی ہے  
 زیارت کرنے آتی ہے

زمیں ہو، آسمان ہو، یا ہوا ہو، یا کہانی ہو  
 کہانی کی فلسفاتی نقدا ہو، یا سفر ہو، یا سفر کے موسموں کی خوش گمانی ہو  
 وہ خوشبو ہو کہ خوشبو کی کہانی ہو  
 وہ جو کچھ ہو محبت کی زبانی ہو  
 مدینے کی نقدا اس کو سدا آباد رکھتی ہے  
 ہمیشہ شاد رکھتی ہے

وہ خوشبو جب مدینے سے نجف آئی، تو اس ہر محبت میں

عقیدت اوڑھ کر رکھاں رہی برسوں

مدینے سے نجف آنے کا منظر \_\_\_\_\_ ایک منظر تھا

وہ منظر آسمان کی آنکھ نے محفوظ کر رکھا ہے

اور اب تک اسی منظر کو دامن میں سو لینے پہ نازاں ہے

بصیرت اور بصارت جو کہ چشم آسمان میں اب تک باقی ہے

وہ ایسے مناظر کی بقا کے رنگ اور خوشبو سے زعمہ ہے

وہ منظر ایسا منظر تھا

کہ اس جیسا کوئی منظر ازل کے روز سے لے کر ملک کی

چشم خوش آچار نے اب تک نہیں دیکھا

علی مشکل کشا اس ہر خوش آچار کی مٹی میں خوشبو بھر ہے تھے

تا ابد آہا وہ سارے زمانے اس کی خوشبو سے مہک اٹھیں

وہ منظر ایسا منظر تھا

جسے چشم ملک نے اب تک دیکھا نہیں تھا

اور جو وہ دیکھا، تو پھر اس کو کسی منظر \_\_\_\_\_

کسی منظر کے خوش آچار لکھوں کو سونے کی کوئی حسرت؛ کوئی خواہش نہیں تھی

اور اگر کچھ تھی تو بس اتنی تھی کہ وہ منظر، وہ خوش آچار منظر اس کی آنکھوں کے طمسائی

جہاں میں تا ابد باقی ہی رہ جائیں

وہ خوشبو جو مدینے سے نجف آئی

کہانی اوڑھ لی اس نے



کہانی جو محبت ہے  
 محبت جو کہانی ہے  
 کہانی جو کہ خوشبو ہے  
 وہ خوشبو جو کہانی ہے  
 کہانی جو نجف کے چاک پر دس ہزار روپیہ کرامت کا عجب منظر بناتی ہے  
 دینے آتی جاتی ہے  
 وہ خوشبو جو دینے سے نجف کے راستے بھرے میں پہنچتی تھی،  
 حسن بھری کے آگن کے کسی گوشے میں تنہائی کی  
 صورت اوزہ کر حسن عقیدت کے عجب منظر کی تخلیق فضا میں ڈھل گئی تھی وہ  
 وہ خوشبو اک کہانی لکھ رہی تھی  
 اس کہانی کے سبھی منظر دینے شہر کے رنگوں کی خوشبو کا سراپا اوزہ کر حسن تنہائی کی تعبیر  
 لکھتے جا رہے تھے  
 ایک ایسے موسم جاں میں  
 وہ موسم بزم گند کے بکس کی مہربانی کی علامت تھا  
 وہ موسم استعارہ تھا سفر کی اس کہانی کا  
 کہانی جو سفر کے استعارے سے مرین تھی  
 وہ خوشبو تھی، سفر تھا، یا کہانی تھی  
 وہ اپنے سارے رنگوں میں محبت کی نشانی تھی

وہ خوشبو جو دینے سے محبت اوزہ کر ہر نجف کے راستے بھرے میں پہنچتی تھی  
 وہاں سے شام ہوتی، خواجگان، چشت کی بستی کے سارے

موسموں کے خواب میں غلطی ہو کر جب دیا ر خواہد، امیر  
 آئی تھی، تو خاموشی کے جبرے میں مراقب ہو گئی تھی وہ  
 وہ غریب موسموں کے آن گت دلوں میں کھل کر  
 کرامت کا لہر دوڑا کر بیٹھی ہوئی تھی اور زمانے ہاتھ باندھے اس کے آگے دھیان کے  
 موسم میں غم تھے

اور کہانی اک نئے اسلوب میں داخل کر  
 ابد کے طاق پر رکھے دیے کو آگہی کے نور سے ایسا  
 بڑھاوا دے رہی تھی، جو خیال و خواب اور اس کی  
 طلسماتی فضا کا استعارہ تھے  
 کہانی اپنے پس منظر کا ایسا پیش نامہ لکھ رہی تھی جو کہ دلی کی طرف  
 محو سفر تھا

اس سفر میں اب کہانی اک نئی دنیا کے سارے موسموں کو اپنی آغوشِ محبت میں سمولینے  
 پہ تیار تھی

نئی دنیا کے آئین میں فرید الدین کے مُرشد کا مجرہ تھا  
 اور اس مجرے میں وہ محفل پہا تھی، جس میں احمد جام کے مصرعے  
 شرارے بن کے اڑتے تھے عجب ذوقِ محبت سے  
 وہ ایسی آگ تھی، جس آگ میں جل کر حیاتِ جاوداں میں داخل کیا تھا وہ  
 وہ قطب الدین تھا

دلی کی رونق اس سے قائم تھی

وہ دل کا استعارہ تھا

کہانی کے مناظر جو کہ دل کے ستارے کی زمیں میں

کھیل رہے تھے، یا کہ دل کا استعارہ اس کہانی کے

مناظرہ اور کڑپ چاپ بیٹھا تھا

وہ خوشبو تھا

کہانی تھا

صبا کردار تھا

کیا تھا؟

وہ قلعہ الدین تھا

دہلی کی رونق اس سے قائم تھی

وہ دل کا استعارہ تھا

جو خوشبو اور کڑپ سے ہنسی اور اجودھن کی طرف

پرداز کرتا جا رہا تھا

اجودھن شہر تھا

ہمراہ اجودھن کے گلی کوچوں میں خوشبو رقص کرتی پھر رہی تھی اور

نصیب شہر کے باہر ہوا حسن معانی کی روانیں اور کڑپ چاپ بیٹھی تھی

مُدد اجانے کہ کتنے فاصلوں سے پا رہے ہو کے اک کچے سے

حجرے کی زیارت کرنے آئی تھی

اور اس کچے سے حجرے میں فرید الدین تھے

مجلسِ پناہ تھی

اور نہ ہندو ہاتھ ہندو مس کے چہرے کی زیارت میں مگن تھا

اور نظام الدین اس کی چاکری میں ایستادہ تھے

حرمِ ذات کی خوشبو خیالِ حسن کے رنگوں کی آمیزش سے  
 اک ایسے نئے سُرِ نال کی بنیاد رکھتی جا رہی تھی جس میں سارے موسموں کی داس شامل تھی  
 وہ موسم جو کہ اس حجرے کی خوشبو میں مراقب ہو کے برگ و بار لائے تھے

وہ اک چھوٹی سی بستی تھی  
 مگر پھیلاؤ میں اس کے زمانے آگئے ہیں اور وہ بستی اب  
 محبت کی علامت ہے

وہ دہلی شہر جو شاہوں کا مسکن تھا  
 وہ جس کے سب گلی کو سچ بقول میر: 'اوراقِ مصور تھے'  
 وہ اس کے گرد رقصاں تھا

اجودھن شہر تھا  
 ہمبر اجودھن میں فرید الدین تھے اور اک کچا سا حجرہ تھا  
 جہاں حسنِ ازل کے موسم بے رنگ کے منظر اترتے تھے  
 جہاں رنگوں کی بارش تھی  
 وہ حجرہ نور سے مصور تھا  
 اس میں فرید الدین کی خوشبو خیال و خواب کے منظر بناتی تھی کل احساس کے رنگوں  
 سے اور کوئل سے ہذبوں سے ا

اجودھن شہر تھا

ہم اچو دھن میں زمانہ رقص کرتا پھر رہا تھا  
اور اس کو رقص کرتے اک زمانہ ہو گیا اب تک!  
اچو دھن ہے

اچو دھن میں فرید الدین کا روضہ ہے  
اور روضے میں بابا حسن ہے  
اس باب کی دلہیز پر سارا تھکا ہارا زمانہ آؤرتا ہے

زمانہ رقص کرتا ہے  
زمانہ رقص کے عالم میں جب اس باب کی دلہیز سے ہو کر گزرتا ہے،  
تو سکھ کا سانس لیتا ہے

وہ خوشبو جو اچو دھن کے گلی کوچوں میں رخصتاں تھی  
نظام الدین کے ہم روہ وہ دہلی شہر کی جانب پلٹ آئی  
نظام الدین دہلی میں محبت کی علامت تھا  
وہ ایسا صاحب دل تھا  
کس کس کے دل میں دہلی شہر کے سارے نکمیں آباد تھے ایسے  
کہ جیسے پھول کے آگلن میں خوشبو رقص کرتی ہے  
وہ ایسا صاحب دل تھا

کہ شاہوں کو زیارت کی اجازت بھی نہ دیتا تھا دوائے کج کلاہی سے  
اگر اس سے کسی شے نے اُلجھنے کا کبھی سوچا  
کہیں اپنے دلی ویران کے تاریک گوشے میں

تو پھر اُس کے جلال بے نیازی سے وہ بچنے بھی نہیں پایا

’کہوئی دوسرے اب بھی‘ سے ظاہر ہے جلال اُس کا

’ولی اللہ اعظم درجہ‘ بھی اُس کا قول فیصل ہے

مگر وہ ہمیر دہلی میں محبت ہی محبت تھا

نظام الدین جب جلوہ نما تھا ہمیر دہلی میں

وہ اپنی ذات میں اک چاند تھا اور آسمانِ چشت پر اُس کی

ضیا پھیلی ہوئی تھی

اور ہزاروں قافلے اس کی زیارت کرنے آتے تھے

بدایوں سے

اجودھن اور ہامی سے

دیوارِ خواجہ امیر سے

بلخدا سے

بھرے کی خوش آواز گلیوں سے

وہ کئے اور دینے سے نجف کے راستے بھرے سے ہوتے خواجگانِ چشت کی بہتی

سے دہلی شہر کی جانب رواں تھے

اور نظام الدین جلوہ نما تھا ہمیر دہلی میں

نظام الدین: بحسن اور خسر و شیریں بیاں کا مرہو کمال

وہ جس کا چہرہ انور قبولِ شیخ شیرازی: تماشا گاہِ عالم تھا

وہ جب جلوہ نما تھا ہمیر دہلی میں

وہ جو داس کا محبت کی علامت تھا

وہ دہلی کا چراغ جادواں مسند نشین تھا اُس کے حجرے میں  
 نصیر الدین اُس کا نام تھا  
 اور حفلیں خیر المعبالیں تھیں  
 اور اس کی خوش کلامی کے سبھی موسم ابد آوار تھے اپنے تاقیر میں  
 کمال الدین علامہ بھی اُس کی ریزہ چینی میں بہت خوش تھے  
 سراج الدین تھے، یا پھر سرفشا، یا کہانی تھی  
 اور اب کے اس کہانی کا سفر گجرات کی جانب رواں تھا  
 پھر کئی صدیاں کہانی کا سفر گجرات میں برپا رہا تھا  
 اور وہ اک گھر تھا کہ جس پر نور کی بارش برتی تھی  
 وہ اک گھر ہے کہ جس پر آج بھی انوار کے رنگوں کی بارش ہے  
 وہ گھر گجرات میں حضرت سراج الدین کا گھر تھا  
 کہانی جب کئی صدیاں سفر کر کے سراج الدین کے گھر پہنچی تو پھر صدیوں تک کچے سے  
 حجرے کے کسی گوشے میں وہ چلکشی میں محو رہتی تھی  
 سراج الدین سے لے کر مدینے کے مہاجر شیخ یعنی تک کہانی اس دیار نور سے باہر نہیں نکلی  
 وہ جب گجرات سے نکلی تو پھر سیدھی مدینے شہر میں پہنچی  
 طوائف ہر خوش آوار میں رقصاں رقص کرتی ہی برسوں تک  
 کہ پھر فرمان اس کے کوچ کا آیا  
 کہ اب جاؤ جہاں آباد دہلی میں رہو  
 خلق خدا کے ڈکھ سیمو تم  
 کہانی شہید اللہ کی صورت اٹھ کر آئی جہاں آباد میں،  
 اس کے جلو میں اب محبت کی محب خوشبو ہو یہاں تھی

جہان آباد کا گھڑی بھی اس میں سانس لیتا تھا  
 شہر دہلی بھی اس خوشبو میں رقصاں تھا  
 وہ خوشبو چشت کی خوشبو \_\_\_\_\_ ہزاروں رنگ اس خوشبو سے  
 پھولے تھے  
 وہ خوشبو اب جہان آباد سے نکلی اور نگاہ ڈال چکی \_\_\_\_\_ اور پھر  
 دہلی پلٹ آئی  
 وہ خوشبو تھی  
 کہانی تھی  
 جہان آباد ریلی تھی  
 جہاں لڑ جہاں مسند نشین تھا اس کے حجرے میں کئی بیویں  
 اسیر زلف تھے، دل ہار بیٹھے تھے  
 وہ بچہ پور کے ضیاء الدین تھے  
 یا خواجہ لور محمد تھے مہراں کے  
 بریلی شہر کے خواجہ نیاز احمد تھے  
 یاد دہلی کے قمر الدین مفت تھے  
 نظام الملک بھی فتراک میں بسل پڑے تھے  
 اور شہر دہلی بھی شامل تھا غلاموں میں  
 جہان آباد دہلی میں شہر لڑ جہاں مسند نشین تھا  
 اور زمانہ اس کے قدموں میں پڑا تھا، در بہت خوش تھا  
 وہ خوشبو جو جہان آباد سے نکلی اور نگاہ ڈال چکی \_\_\_\_\_ اور پھر  
 دہلی پلٹ آئی



وہ دہلی میں کئی برسوں تک رقصاں رقصاں ہر سو

مگر اب کے اُسے بختاب جانا تھا

وہ خوشبو اس کہانی کا سراپا اوڑھ کر نکل جو صدیوں سے سڑ کر تھی

ہزاروں بستیوں میں گھومتی بھرتی مہاراں شہر میں بچھی،

تو اس ہجر ابداء میں گم ہو گئی تھی وہ

یہ وہ بستی ہے جس کو آسمان جھک کر سلامی دینے آتا ہے

یہ وہ بستی ہے جس پر ہام شرق سے اُبھرنا سمر رخسہ اُترتا اور ننگے پاؤں چلتا ہے

وہ اس کی خاک کو مٹی میں بھر کر اپنی آنکھوں سے لگاتا، چومتا ہے

اور پھر واپس پلٹتا ہے

یہ وہ بستی ہے جس پر چاند راتوں میں آوازیں اور خاموشی کی ہانکیں

مار کر آتا ہے اور اس کے کلی کو چوں میں

خوشبو اپنے دامن میں سمو کر قفس کرتا ہے

دھالیں ڈالتا ہے

اور کبھی الوار کے ہالے بناتا ہے

کبھی وہ خواہہ نور محمد کے حرمِ ناز میں دھونی راتا ہے

جب حسن ارادت سے قدم بوی کی خوشبو اپنے دامن میں

سمولیتا ہے اور پھر موسموں کو دان کرتا ہے

کبھی وہ دھیمان کے موسم کے باطن میں اتر کر خواب کی مغل

سجاتا ہے

کبھی وہ آگہی کے بادلوں کی اوٹ سے باہر نکل کر چاندنی کو  
اوڑھ لیتا ہے

کبھی وہ چرخوں میں شب میں عقیدت کا سراپا اوڑھ لیتا ہے

کبھی چپ چاپ اس کے ذرا پیے میں آ نکلتا ہے

جہاں مجلس بپا ہوتی ہے

اس میں بیٹھ کر وہ خوش نکلائی کے کئی منظر سجا لیتا ہے

اپنی حشم خوش آواز کے آگن میں اور پھر

ان سے کتنے موسموں کے خواب بکتا ہے

کبھی خلوت کدے میں آن کر سرگوشیاں کرتا ہے اس سے

اور کبھی وہ نور کی خیرات لیتا ہے

یہ وہ ہستی ہے جس پر نور کی برسات ہوتی تھی

یہ وہ ہستی ہے جس پر نور کی برسات ہوتی ہے

یہ وہ ہستی ہے جس میں علم کی سوغات ہوتی تھی

محبت عام تھی اس کے گلی کوچوں میں اور دن رات ہوتی تھی

یہ وہ ہستی ہے جس کو آساں جھک کر سلامی دینے آتا ہے

وہ تو نس ہے

جہاں اجیر بدلی اور اجود من کے سبھی موسم خیال و خواب کے رنگوں

کی بخشی فضا میں ڈھل گئے ہیں اور وہ خوش آواز ہستی ہے

کہ جس کے سب گلی کوچے مہاراں شہر کی مہکار کی

ایسی علامت بن گئے ہیں

جو کبھی اک کہانی لکھ رہی ہے اور کہانی جس کا پس منظر ابد کے طاق پر رکھے  
 دیے کے نور سے روشن ہے اور اس کی ضیا ساری کہانی کے مناظر کو اجودھن اور مہاراں  
 کی زمیں سے جوڑ کر

لکھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے

کہانی جو خیر کا سراپا اودھ کر حسن عقیدت کے طلسماتی جہاں میں  
 طاق کے اوپر دھری ہے اور ابد کے طاق پر رکھے دیے کی نو مسلسل بڑھ رہی ہے  
 اور زمانہ نکلتا جاتا ہے حیرانی کے موسم میں ا

وہ تو نسہ ہے

جہاں طاق ابد پر خراجگانِ چشت نے اپنا چراغ جاوداں

روشن کیا ہے یہ چراغ جاوداں صدیوں سے اک ایسی

کہانی لکھ رہا ہے

اب جسے وہ جاودائی لکھ رہا ہے نور کی خوشبو سے اور احساس کے

رنگوں کے موسم میں

وہ تو نسہ ہے

جہاں اجیر، دہلی اور اجودھن کے سبھی خوش رنگ موسم

ایک جھمکی لٹکا کا استعارہ بن گئے ہیں

اور وہاں مہمراں کا تمدن خواب رنگوں میں مجسم ہو گیا ہے

اور زمانہ نکلتا جاتا ہے اور حیرت زدہ بھی ہے

رشتہ وہ تو نسہ ہے

اہد کے طاق پر رکھے دیے کی سو مسلسل بڑھ رہی ہے  
اور زماشہ دیکھتا جاتا ہے حیرانی کے موسم میں  
زماشے کا سفر ہر اہد کی سمت جاری ہے  
ادب کے یہ سفر تو نسے سے دلی اور اجڑ من اور مہاروں سے  
دیباغ خواجہ اجیر کی چاہب رواں ہے  
اور زماشہ دیکھتا جاتا ہے  
اور حیرت زدہ بھی ہے

کہانی جو کہ کئے اور پئے اور نجف کے راستے کتنے زہنوں کا  
سفر کرتی ہزاروں بستیوں میں گھومتی بھرتی  
دیباغ جس دیں میں آن اتری تھی  
کہانی کے جنوں میں خواب تھے حسنِ حق کے  
پید و صدیوں کا قصہ ہے  
مگر اس میں کئی صدیوں کی خوشبو سانس لیتی ہے  
یہ قصہ اس کہانی کے طلسماتی افق کا ایک حصہ ہے  
جو صدیوں سے اہد کے طاق پر رکھی ہوئی دسب ہنرور کی  
کرامت کا عجیب منظر بناتی ہے

پید و صدیوں کا قصہ ہے

کہ اس ہستی نے مغرب کی طرف اپنے سفر کی راہ کی تھی

وہ دریا کے کنارے چل کے تو نہ شہر میں پہنچی تھی  
 اور اپنی جہنن شوق کو اس سرزمین پر کھدیا تھا  
 بھراہد کے طاق پر کئے چراغ چشتیاں کے نور سے معمور  
 جب واپس وہ چلتی تھی  
 تو پھر اس کے جلو میں اک زمانہ رقص کرتا آ رہا تھا  
 ہر طرف مہکارتھی اس کی  
 وہ ہستی تھی سیالوں کی  
 جو تو نے کے ابد آبا اور شاداب موسم میں مراقب تھی

یہ دھندلیوں کا قصد ہے  
 اور اس قصے کے سارے معجزوں میں ایک خوشبو ہے  
 اور اس خوشبو کے سارے رنگ اس موسم سے پھوٹے ہیں  
 وہ موسم جو کہ تو نے میں ابد کے طاق پر کھدیا ہوا ہے  
 اور اس میں تازگی کے سب قرینے جاگ اٹھے ہیں  
 وہ شادابی کہ جس شہر سے پھوٹی، کئی رنگوں میں بکھری اور زمانے بھر کو مہکاتی ہوئی ہمیر  
 محبت میں اتر آئی  
 وہ جس ہمیر محبت میں اتر آئی

وہ ہمیر گونڈ ہے اور محبت کی علامت ہے، وہ خوشبو کا گھر ہے  
 اور خیال و خواب کے موسم اسی ہمیر محبت کی  
 ہواؤں سے مسطر ہیں

اور اس طرح محبت میں محبت رقص کرتی ہے  
 محبت خراب ہے  
 اور خواب کے موسم میں برگ و بار لاتی ہے  
 کبھی وہ خواب کے آئین میں تجسسی ردائیں اوڑھ لیتی ہے  
 کبھی وہ خواب کی خود خواب میں تجسیم کرتی ہے  
 کبھی تجسیم کے موسم میں پھیلی اُس کہانی کے مناظر اک سنے  
 اسلوب کی خوشبو میں لکھتی ہے  
 کبھی ایسی کہانی کا سراپا اوڑھ لیتی ہے  
 کہانی: جو کہ صدیوں سے سفر کرتی، ہزاروں بستیاں میں گھومتی پھرتی  
 دیا رخواجہ اجمیر میں آ کر سکوں کا سانس لیتی ہے  
 کبھی دہلی سے ہامی اور اجرومن جا لگتی ہے  
 تو ان صدیوں کے سارے منظروں کا چشم نامہ  
 ایک ہی موسم کے رنگوں کی علامت بن کے  
 ڈھل جاتا ہے اک ایسی کہانی میں  
 کہانی جو کہ مٹے اور مدینے اور نجف کی خاک میں اُٹھتی  
 اور ان شہروں کی خوشبو سے مہکتی آ رہی ہے  
 کتنی صدیوں کا سفر کر کے

یہ اک چھوٹے سے بچے کی کہانی ہے  
 وہ بچہ خود کہانی ہے  
 وہ بچہ اک سفر ہے اور کہانی اس سفر کا استعارہ ہے

وہ بچہ ایک ہسماندہ سے گاؤں کے کسی کچے سے گھر میں  
 اپنی ماں کا ہاتھ پکڑے رہ رہا تھا  
 اور کہانی ایک ہسماندہ سے گاؤں کے کسی کچے سے گھر سے  
 پابہ ہو کر نکلی تھی  
 اُسے اس سرزمین کی خاک پر اپنی جہین شوق دھرتی تھی  
 جسے حسنِ ازل نے اس کی قسمت کر دیا تھا  
 اب سفر اور یہ کہانی لازم و ملزوم ہیں شاید  
 کہانی اس سفر کا استعارہ ہے  
 سفر اب اس کہانی کی علامت ہے  
 یہ اک چھوٹے سے بچے کی کہانی ہے

وہ بچہ اپنی ماں کا ہاتھ پکڑے اس دیارِ نور میں ٹہم ٹہم کھڑا تھا  
 اور کہانی اک طے موسم کی خوشبو سے بھکی جا رہی تھی  
 پھر اچانک نور اور خوشبو مجسم ہو گئے اُس لمحے کو روشن کر رہے تھے جس میں ،  
 بچہ ————— !

وہ بچہ جو کہ ماں کا ہاتھ پکڑے رہ رہا تھا اور اسی عالم میں  
 اک خوشبو نے اس روتے ہوئے بچے کے سر پر ہاتھ رکھا تھا جب حسنِ محبت سے  
 وہ بچہ آج بھی اُس لمس کو محسوس کرتا ہے



(تہرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔)

رسالہ: سہ ماہی فروغِ نعت

شمارہ: جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء

مدیر: سید شاہر القادری جیسی نظامی

ناشر: فروغِ نعت اکادمی، انک

مبصر: ڈاکٹر ارشد محمود ناشر

سید شاہر القادری انک کے خوش فکر شاعر اور ممتاز ادیب ہیں۔ انہوں نے انک میں نعت خوانی اور نعت گوئی کے فروغ کے لیے ایک اکادمی کی داغ بیل ڈالی ہے۔ اس اکادمی کے زیرِ اہتمام نعت خوانی کی ماہانہ محافل کا اہتمام اور نعتیہ مشاعروں کا انعقاد ہوتا ہے جس میں شہر کے معروف شعرا اور نعت خوان حصہ لیتے ہیں۔ ایسی اکادمیوں اور اس طرح کی محافل کا اہتمام موجودہ مہد کی ایک اہم ضرورت ہے کیوں کہ آج کل نعت کی جو محفلیں منعقد ہوتی ہیں، ان کا رنگ ڈھنگ کسی طرح بھی تقدس اور مروت کا حامل نہیں ہوتا۔ قلمی گانوں کی دھنوں پر لکھی ہوئی مکی مکی تہیں اس پاکیزہ صنف کے تقدس کی پامالی کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ نعت خوانوں کا لباس اور ان کا انداز بھی قابلِ اصلاح ہے۔

سید شاہر القادری نے اسی اکادمی کے زیرِ اہتمام سہ ماہی نعتیہ مجلے ”فروغِ نعت“ کا آغاز بھی کیا ہے۔ اس وقت فروغِ نعت کا شمارہ اول ہمارے پیش نظر ہے۔ ادارے میں مدیر نے اس رسالے کے اغراض و مقاصد بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس صنف کے تنقیدی جائزے کی ضرورت و اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نعت ایک بے حد مشکل صنفِ سخن ہے۔ یہ صنف بہت زیادہ حزم و احتیاط کی مستغنی ہے۔ کیوں کہ اسی بے احتیاطی و خیر و برکت کے اس عمل کو بے کار کر



کئی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ نعت کا حج دل میں پھونکا ہے۔ عقیدت و مودت کی نغمات میں چلا اور جذب و کیف کے ساتھ حسن ادا کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ تاہم فن کے تقاضوں کا احترام اور التزام بھی ضروری ہے۔ کوئی بھی شہ پارہ محض خیال کی ندرت یا پاکیزگی سے کامل صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح محض فنی عناصر کا مؤثر استعمال بھی فن پارے کی جہا کا ضامن نہیں۔ شہ پارہ لکراور فن کے کامل اشتراک سے وجود میں آتا ہے۔ شعرا کو اپنے تخلیق کردہ نعتیہ کلام کو دو قہ نظر اور توجہ سے دیکھنا لازم ہے۔ رسالے میں ڈاکٹر عزیز احسن کا خصوصی مقالہ شامل ہے۔ اس مقالے میں بھی نعتیہ ادب میں تنقید کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

فروع نعت کے پہلے شمارے میں پاکستان بھر کے معروف اور کہنہ مشفق شعرا کے ساتھ ساتھ تازہ کار شاعروں کا نعتیہ کلام شامل ہے۔ اکثر نعتیں فخر جذب و شوق اور عقیدت و مودت کا اظہار یہ ہیں۔ شعرا نے اپنے اپنے رنگ میں جمال رسول ﷺ کی تجلیات کو لباس شعر میں ڈھالنے کا جتن کیا ہے۔ تاہم بعض نعتیں عجز کلام کا نمونہ بھی ہیں۔ ان نعتوں میں کئی اشعار حشو و زوائد سے مگراں ہار ہیں۔ بندشوں کی سستی، مصرعوں کی عدم یکجہتی، تہجید لفظی و معنوی کی کثرت اور شعر گرایی کا عیب جاہد جا دکھائی دیتا ہے۔ عمومی اور روحانی موضوعات کی ٹائٹل کش اگر بیان کی تازگی سے ہم کنار ہو جائے تو گوارا ہوتی ہے مگر بیان کا عجز ان موضوعات کو قلب و نگاہ کی دنیا سے ہم کلام نہیں ہونے دیتا۔ ان نعتوں میں بھی بعض ایسے اشعار موجو ہیں جو عمومی موضوعات کی تکرار کے حامل ہیں اور بیان کی تازہ کاری سے قحطی۔ کمپوزنگ کی اغلاط بھی کہیں کہیں اشعار کے حسن کو مروج کرنے کا باعث بنی ہیں۔ بعض شعرا کے ہاں مصرعے وزن سے خارج ہیں۔ خارج از وزن مصرعوں کی نشان دہی ذیل میں کی جاتی ہے:

☆ اجل کے بعد بھی کیوں نہ کھلی رکھوں آنکھیں (سید منظور الکوٹہ) (قدس)

شاہ صاحب کا شمار صبحِ اوّل کے نعت خواہوں میں ہوتا ہے اور انھوں نے بلاشبہ نعت خوانی کے میدان میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا اظہار کیا ہے۔ اس مصرعے میں ”نہ“ کو سبب خفیف کے

وزن پر لطم کیا گیا ہے جو عرضی اعتبار سے درست نہیں۔

- ☆ کثرت جرم سے مل ہوا ہو گیا، نامہ عصیاں سے میرا سیاہ ہو گیا (ڈاکٹر محمد حسین مشاہد)
- ☆ لُحْر غلمان و حورو قصور آتا ہے، اک معطر کی جھولی میں نور آتا ہے (ممتاز گورمانی)
- ☆ آدمی پر رازِ عبودیت کا افشا کر دیا (جنید نسیم سیٹھی)
- ☆ آئینہِ مقلبِ انساں کو مصفا کر دیا (جنید نسیم سیٹھی)
- ☆ حیرتی قربت کی حسین رات سے یہ بہکائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
- ☆ خوبیِ وقت سے جو آپ کے ہمسائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
- ☆ جانے کیسے تھے وہ بد بخت وہ بہکائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
- ☆ درنہ بے بس تھے ترے سائے گہرائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
- ☆ ہو گئے شیر و شکر دشت کے گرمائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
- ☆ تھے کو پہچان نہیں پائے تھے پھر اے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
- ☆ تیری جانب ہی چلے آئیں گے کھلائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
- ☆ پر کہاں دیسے تھے، جیسے ترے اپنائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
- ☆ میرے جیسے بھی پکسل جاتے ہیں برفائے ہوئے لوگ (احمد اعجاز قاضی)
- ☆ فصحاء عرب نے بھی دانائے غم نے بھی (سجاد حسین سرمد)

مدیر محترم کی خدمت میں التماس ہے کہ مدیر کا کام محض مضامینِ لطم و نشر کی جمع آوری نہیں، انتخاب کی کڑی چھٹی سے گزار کر پیش کرنا بھی ہے۔ امید ہے کہ وہ آنکھ وہ ان امور کی طرف توجہ دیں گے۔ مزید گزارش یہ ہے کہ نعتیہ کلام کے کڑے انتخاب کے ساتھ ساتھ نعت کے فکر و فن اور اردو کے نعتیہ سرمائے پر مضامین شامل ہونے چاہئیں نیز صاحب طرز نعت گو شعرا کے خصوصی مطالعات کا اہتمام بھی کیا جانا چاہیے۔ یہ مبارک صنف جس مثالی حزم و احتیاط کی مستغنی ہے، حتی الوسع اس کے التزام کی کوشش کی جانی چاہیے۔



عرس مبارک  
 رحمۃ اللہ علیہ  
 حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری  
 کا ایک پرنور منظر (بلندروازہ سے لی گئی تصویر: اگست ۲۰۰۶ء)

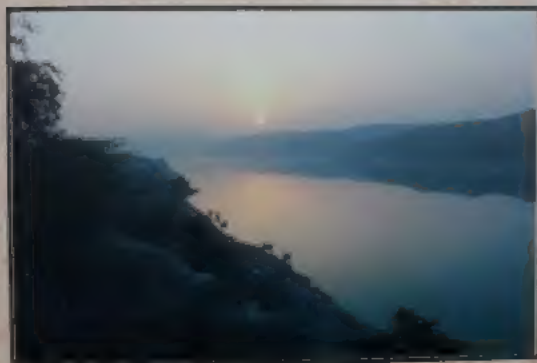


مرکز انوار و تجلیات  
 رحمۃ اللہ علیہ  
 خانقاہ معنی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، دہلی، انڈیا

# QANDEEL E SULEMAN



نالہ مکھڑ کا ایک دل کش نظارہ



مکھڑ شریف کے پاس دریائے سندھ کا ایک منظر